اتباع سنت

کی اہمیت اور فضیلت

مولّف

شیخ بشیر احمد (مرحوم) جموں والے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اتباعِ سُنّت کی اہمیت اور فضیلت

شیخ بشیر احمد مرحوم، جموں والے

نام کتاب: اتباع سنت کی اہمیت وفضیلت

مولف: قاری محمد موسیٰ صاحب

ناشر: بشیر سنز ریل بازار گوجرانوالہ

کمپوزر: ختم تبو کمپوزنگ سنٹر گوجرانوالہ

ٹائٹل: احسن ایڈورٹائزر گوجرانوالہ

مطبع: سلامت پرنٹنگ پریس گوجرانوالہ

اشاعت: یکم جنوری [illegible]ء

بمطابق [illegible] رمضان المبارک [illegible] ہجری

قیمت =/40 روپے

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

زیر نظر کتابچہ سنت کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے تحریر کیا گیا ہے۔ سنت کی اہمیت محتاج بیان نہیں۔ رب ذوالجلال والاکرام کا ارشاد ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔۔ الخ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کا حصول صرف اسی وقت ممکن ہے جب کہ ہم رسول اکرم ﷺ فداہ امی وابی کی سنت کو اپنائیں گے۔ سنت پر عمل پیرا ہونا سرور کائنات ﷺ سے محبت کا ثبوت ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ ۔۔الخ یعنی جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی ...... سنت پر عمل پیرا ہونا ہی اصل دین ہے۔ اس کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ راہ ہدایت سے بیگانگی ہے۔

بمصطفیٰ خویش را برساں کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

دین و دنیا کے سنوارنے کے لیے لازم ہے کہ ہم سنت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہو جائیں تاکہ قرون اولیٰ کی طرح اس خزاں زدہ امت پر پھر بہار آجائے۔

مصنف کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ جس نے نہایت آسان پیرائے میں مدلل طریقے سے سنت کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔

احقر العباد
محمد نسیم اعوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(مقدمۃ الکتاب)

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ
دو چیزوں کا نام دین اسلام ہے۔ ایک قرآن مجید اور دوسری حدیث مصطفیٰ" ابتدائے اسلام سے ہی اہل اسلام ان دونوں کو حجت اور دلیل سمجھتے آئے ہیں اور یہ دونوں ہی اسلام کی اساس اور بنیاد ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (پ ۲۶ سورہ محمدؐ)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔

(فائدہ) آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمانداروں کو دو اطاعتیں کرنی ضروری ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور ایک رسول کریم ﷺ کی اطاعت۔

قرآن مجید کی متعدد آیات مبارکہ اس حکم پر دلالت کرتی ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں اطاعتیں مستقل بالذات ہیں۔ اگر دونوں میں سے ایک کو چھوڑ دیا جائے تو دوسری بھی غیر مفید اور بے سود ہو جاتی ہے کیونکہ آیت مبارکہ کا تقاضہ یہی ہے۔ اور ہر دور میں اہل علم نے اسی طرح عمل کیا ہے کچھ

عرصہ سے ایک مخصوص گروہ آیت مبارکہ کے مفہوم میں فرق کررہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت تو ضروری ہے لیکن پیغمبر اسلام ﷺ کی اطاعت ضروری نہیں۔ یعنی وہ قرآن کو تو حجت اور قابل عمل قرار دیتے ہیں لیکن ان کے نزدیک احادیث مبارکہ حجت اور قابل عمل نہیں ہیں۔

مندرجہ ذیل سطور میں ہم قرآن اور حدیث دونوں کی حجیت کو ثابت کریں گے اور دلائل سے واضح کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن اور احادیث مبارکہ دونوں پر عمل کرنا ضروری قرار دیا ہے اور دین اسلام میں دونوں حجت اور دلیل ہیں۔ امام الانبیاء حضرت محمد کریم ﷺ کے فرامین اور احادیث مبارکہ کو اگر اسلام سے خارج کردیا جائے تو اسلامی تعلیم بے وزن اور بے کار ہوجاتی ہے۔ کیا کوئی دعوی کرسکتا کہ موجودہ قرآن خود بخود میرے پاس آگیا تھا ہرگز نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ نے ہی فرمایا کہ غار حرا میں مجھ پر وحی نازل ہوئی تو آیات قرآنی اتریں اور اسی خبر کو حدیث کہا جاتا ہے تعجب ہے اگر آپ یہ کہیں کہ مجھ پر قرآن نازل ہوا ہے تو آپ کی یہ بات قابل حجت ہو اور اگر اسی زبان سے آپ فرمائیں کہ قرآن کے علاوہ احادیث مبارکہ بھی مجھ پر وحی کے ذریعہ اترتی ہیں تو یہ فرمان قابل حجت نہ ہو۔ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ یہ تقسیم تو بڑی بے انصافی کی ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَاد)
وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

(قرآن مجید کا تعارف)

دین اسلام کا اصل اول قرآن مجید ہے۔ پہلے ہم اس کا تعارف کراتے ہیں تا کہ اصل اول کی صحیح پہچان ہو جائے پھر اصل دوم حدیث شریف کے متعلق گزارشات تحریر کریں گے۔

(القرآن)

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ مقدس کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمائی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے

وَاِنَّہٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ○ (پ ۱۹ الشعراء)

ترجمہ۔ اور بے شک قرآن رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپ کے دل پر تاکہ آپ ڈرانے والوں سے ہوجائیں۔

(فائدہ) مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ کتب اصول میں قرآن مجید کا تعارف مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۱) اَمَّا الْکِتَابُ۔ فَالْقُرْاٰنُ اَلْمُنَزَّلُ عَلَی الرَّسُوْلِ عَلَیْہِ

السَّلَامُ اَلْمَكْتُوْبُ فِي الْمَصَاحِفِ الْمَنْقُوْلُ عَنْهُ نَقْلًا مُتَوَاتِرًا بِلَا شُبْهَةٍ (نور الانوار ص ۷)

ترجمہ۔ اصل اول کتاب ہے اور وہ قرآن ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا وہ صحیفوں میں لکھا ہوا ہے آنحضرت ﷺ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔

(۲) اَلْقُرْاٰنُ۔ اَلْمُنَزَّلُ عَلَى الرَّسُوْلِ الْمَكْتُوْبُ فِي الْمُصَاحِفِ اَلْمَنْقُوْلُ اِلَيْنَا نَقْلًا مُتَوَاتِرًا بِلَا شُبْهَةٍ (علوم القرآن ص ۲۵)

ترجمہ۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا مصاحف میں لکھا گیا اور آپ سے بغیر کسی شبہ کے تواتراً" منقول ہے۔

(۳) وَالْقُرْاٰنُ مُنَزَّلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِي الْمُصْحَفِ مَكْتُوْبٌ۔ (فقہ اکبر ص ۸۶)

ترجمہ۔ اور قرآن رسول کریم ﷺ پر نازل ہوا ہے اور مصاحف میں لکھا ہوا ہے۔

(۴) اَلْكِتَابُ۔ اَلْقُرْاٰنُ وَهُوَ كَلَامُ اللّٰهِ اَلْمُنَزَّلُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّنَ اَلْمَتْلُوُّ الْمُتَوَاتِرُ۔ (محتہ الاصول ص ۱۲)

ترجمہ۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو کہ آخری نبیؐ پر نازل ہوا جس کو تواتر سے پڑھا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے قرآن مجید کا اچھی طرح تعارف ہوجاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کلام ہے جو آخری نبیؐ پر نازل ہوئی۔

(قرآن مجید کا معنی اور مفہوم)

(۱) اَلْقُرْاٰنُ وَهُوَ مَصْدَرٌ كَالْغُفْرَانِ وَالْكُفْرَانِ وَالْاَصْلُ فِيْ هٰذِهِ اللَّفْظَةِ اَلْجَمْعُ وَكُلُّ شَيْءٍ جَمَعْتَهُ فَقَدْ قَرَاْتَهُ وَسُمِّيَ الْقُرْاٰنُ لِاَنَّهُ جَمَعَ الْقَصَصَ اَلْاَمْرَ وَالنَّهْيَ وَالْوَعْدَ وَالْوَعِيْدَ وَالْاٰيَاتِ وَالْمُسور بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ۔ (لسان العرب ص ۷۹ ج ۱۱)

ترجمہ۔ لفظ قرآن مصدر ہے جیسا کہ غفران اور کفران مصدر ہیں اور اصل میں یہ لفظ جمع کرنے کے معنی میں آتا ہے اور محاورہ ہے کہ تو نے ہر چیز کی قرات کی یعنی اکٹھا کرلیا اور قرآن مجید کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں امر و نہی اور واقعات اور وعد و وعید۔ آیات اور سورتیں اکٹھی ہیں۔

(۲) اَمَّا الْقُرْاٰنُ فَاشْتِقَاقُهُ فِيْهِ قَوْلَانِ اَحَدُهُمَا اَلتَّبَتُّعُ وَالْجَمْعُ مِنْ قَوْلِهِمْ قَرات الْمَاءَ فِي الْحَوْضِ اِذَا تَبَتَّعْتَهُ وَجَمَعْتَهُ فِيْهِ فَهُوَ جَامِعٌ لِمَا فِيْ كُتُبِ الْاَوَّلِيْنَ الْمُنَزَّلَةَ عَلٰى سَائِرِ النَّبِيِّيْنَ۔ (کتاب الفوائد ص ۲۴۴)

ترجمہ۔ امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ لفظ قرآن محاورہ قرات الحوض سے ماخوذ ہے۔ جو حوض پانی سے لبالب لبریز ہوتا ہے اسے قرات الحوض کہا کرتے ہیں

چونکہ قرآن پاک جملہ علوم پر محتوی اور عرفان تام کا ظرف ہے اور حقائق اصلیہ سے پُر ہے اس لیے اس کو قرآن کہتے ہیں۔

جَمِيْعُ الْعُلُوْمِ فِي الْقُرْآنِ مَوْجُوْدٌ
وَلٰكِن تَقَاصرُ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

قرآن مجید میں تمام علوم موجود ہیں' لیکن انسانوں کے ذہن ان کو حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ (قصیدہ نونیہ)

(فائدہ) مذکورہ بالا عبارتوں سے قرآن مجید کا معنی اور مفہوم واضح ہوجاتا ہے یہی وہ قرآن مجید ہے جس کے متعلق ارشاد الٰہی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ○ (پ ۱۴ الحجر)

ترجمہ۔ ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ القرآن۔ اصل میں قرء۔ یقرء سے نکلا ہے جس کے لغوی معنی ہیں جمع کرنا۔ پھر یہ لفظ پڑھنے کے معنی میں اس لیے استعمال ہونے لگا کہ اس میں حروف اور کلمات کو جمع کیا جاتا ہے۔ کیونکہ قرء۔ یقرء کا مصدر قراءۃ کے علاوہ قرآن بھی آتا ہے۔

اس محفوظ و مصئون کتاب اللہ قرآن مجید کو وحی جلی اور وحی متلو بھی کہتے ہیں ہم انشاء اللہ العزیز اسی قرآن مجید سے حجیت حدیث کے دلائل پیش کریں گے تاکہ حدیث کے قابل عمل ہونے کا ثبوت واضح ہوجائے۔

حدیث کا تعارف

دین اسلام میں دوسرا اصل حدیث شریف ہے جس پر عمل پیرا ہونا سعادت مندی اور نجات اخروی کا ذریعہ ہے۔ اور قرآن مجید کی طرح یہ بھی حجت شرعیہ اور قابل عمل ہے ذیل میں ہم حدیث شریف کا تعارف ذکر کرتے ہیں۔

الحدیث

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے فرمان کو حدیث کا نام دیا ہے ارشاد الٰہی ہے

(۱) وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ○ (پ ۲۸ التحریم)

ترجمہ۔ اور جب نبیؐ نے اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات کہی پس جب اس نے اس بات کی خبر دی اور اللہ نے نبیؐ کو آگاہ کردیا تو نبی نے تھوڑی سی بات تو بتادی اور تھوڑی سی ٹال دی پس جب نبیؐ نے اپنی بیوی کو وہ بات بتائی تو اس نے کہا اس کی خبر آپ کو کس نے دی تو آپ نے کہا مجھے جاننے والے خبردار نے بتایا۔

(فائدہ) مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں اہل علم نے حرمت شہد کا واقعہ اور

حضرت ماریہؓ قبطیہ کا واقعہ بیان فرمایا۔ واقعہ خواہ کوئی ہو مقصد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ سے جو گفتگو فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو حدیث کا نام دیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حدیث کوئی معمولی بات نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کا نام حدیث ہے۔ اسی آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

(۲) آنحضرت نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے فرمان کو حدیث کے نام سے تعبیر فرمایا ہے جیسا کہ مذکور ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ اَسْعَدُالنَّاسِ بِشَفَاعَتِکَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَقَدْ ظَنَنْتُ یَااَبَا هُرَیْرَةَ اَنْ لَّا یَسْأَلُنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَحَدٌ اَوَّلُ مِنْکَ لِمَا رَاَیْتُ مِنْ حِرْصِکَ عَلَی الْحَدِیْثِ، اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ قَالَ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ۔ (صحیح بخاری ص ۲۰ ج ۱)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ پوچھا گیا اے اللہ کے رسولؐ قیامت کے دن لوگوں میں سے کون آپ کی شفاعت کی سعادت حاصل کرے گا آپ نے فرمایا اے ابوہریرہؓ مجھے یقین تھا کہ تجھ سے پہلے اس حدیث کے متعلق مجھے کوئی نہیں پوچھے گا کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھے علم حدیث پر بھی رغبت ہے، قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت وہ شخص حاصل کرے گا جس نے

خالص دل سے کلمہ توحید کا اقرار کرلیا۔

(۳) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ نَضَّرَ اللّٰہُ اَمْرًا سَمِعَ مِنَّا حَدِیْثًا فَبَلَّغَہٗ فَرُبَّ مُبَلِّغٍ اَحْفَظَ مِنْ سَامِعٍ (سنن ابن ماجہ ص ۲۱ ج ۱)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے حدیث کو سنا پھر آگے پہنچا دیا کیونکہ بہت سے پہنچائے ہوئے سننے والے سے زیادہ یاد رکھ لیتے ہیں۔

(فائدہ) ان مذکورہ بالا دونوں حدیثوں پر غور کرو تو واضح ہو رہا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے فرامین کو لفظ حدیث سے تعبیر فرمایا ہے۔

(۴) حضرات صحابہ کرامؓ بھی نبی کریم ﷺ کے فرمان کو حدیث کے نام سے ہی ذکر کرتے تھے جیسا کہ مذکور ہے۔

عَنْ اَبِیْ جُعْفر قَالَ کَانَ اِبْنِ عُمَرَ اِذَا سَمِعَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ حَدِیْثًا لَمْ یَعْدُہٗ وَلَمْ یَقْصُرْ دُوْنَہٗ (سنن ابن ماجہ ص ۲)

ترجمہ۔ حضرت ابو جعفرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ جب رسول کریم ﷺ سے حدیث سنتے تو اس میں کمی و زیادتی نہ ہونے دیتے تھے۔

(فائدہ) مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت صحابہ کرامؓ بھی فرمان رسول اللہ ﷺ کو حدیث کے معزز نام سے ہی ذکر کرتے تھے۔

(۵) حضرات تابعینؒ عظام اور علمائے اسلام بھی فرمان رسول اللہ ﷺ کو حدیث ہی کہتے تھے چنانچہ مندرجہ ذیل روایت قابل ملاحظہ ہے۔

كَتَبَ عُمَرَ بْنُ عَبْدُالْعَزِيْزِ اِلٰى اَبِىْ بَكْرِ بْنِ حزم اُنْظُرْ مَاكَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاكْتُبْهُ (صحیح بخاری ص ۲۰، ج ۱)

ترجمہ۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے حضرت ابوبکر بن حزم کو چھٹی لکھی کہ دیکھو جس قدر رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ ہیں ان کو قلمبند کرلو۔

(فائدہ) مندرجہ بالا تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے فرمان کو حدیث کہا ہے۔ اور خود ذات اقدس ﷺ نے بھی اپنے فرمان کو لفظ حدیث سے تعبیر فرمایا ہے اسی طرح صحابہ کرامؓ اور تمام علماء اسلام آنحضرت ﷺ کے فرمان کو حدیث شریف کہتے تھے آخری دلیل سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ قرون اولیٰ اور دور خیر میں ہی احادیث رسول اللہ ﷺ کو قلمبند کرنے کا اہتمام حکومتی سطح پر ہوچکا تھا اس پر مزید دلائل آگے آئیں گے انشاء اللہ العزیز

حضرات محدثین کرامؒ کی اصطلاح

محدثین کرام جن کی زندگیاں خدمت حدیث میں ہی گزری ہیں اور ان کی کاوشوں سے دنیا علم حدیث کے نور سے منور ہوئی ان کی اصطلاح میں لفظ الحدیث کا مفہوم مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) وَاعْلَمْ اَنَّ الْحَدِيْثَ مَوْضُوْعُهٗ هُوَ ذَاتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَحَلُّهٗ۔ هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهٖ اَقْوَالُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَفْعَالُهٗ وَاَحْوَالُهٗ وَغَايَتُهُ الْفَوْزُ بِسَعَادَةِ الدَّارَيْنِ (مقدمہ کرمانی شرح بخاری ص ۱۲)

ترجمہ۔ اور جان لو۔ بے شک حدیث کا موضوع رسول کریم ﷺ کی ذات مقدسہ ہے اس حیثیت سے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسا علم ہے جس کے ساتھ رسول کریم ﷺ کے فرامین۔ آپ کے افعال اور آپ کے حالات کو معلوم کیا جاسکے اور اس کی غرض دونوں جہانوں کی کامیابی اور سعادت مندی ہے۔

(۲) اِعْلَمْ اَنَّ الْحَدِيْثَ فِىْ اِصْطَلَاحِ جَمْهُوْرِ الْمُحَدِّثِيْنَ يُطْلَقُ عَلٰى قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ وَفِعْلِهٖ وَتَقْرِيْرِهٖ وَمَعْنَى التَّقْرِيْرِ اَنَّهٗ فَعَلَ اَحَدٌ اَوْقَالَ شَيْئًا فِىْ حَضْرَتِهٖ ﷺ وَلَمْ يُنْكِرْهُ وَلَمْ يَنْهَهُ عَنْ ذَالِكَ بَلْ سَكَتَ وَقَرَّرَ (مقدمہ مشکوۃ از شیخ عبدالحق دہلوی ص ۳)

ترجمہ۔ جان لو۔ تمام محدثین کی اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے نبی کریم ﷺ کے قول، آپ کے فعل اور آپ کی تقریر کو اور تقریر کا معنی یہ ہے کہ آپؐ کی موجودگی میں کسی نے کوئی کام کیا یا کچھ کہا تو نبی کریم ﷺ نے نہ اس کا انکار کیا ہو اور نہ ہی اس کو منع کیا ہو بلکہ اس پر آپؐ خاموش رہے ہوں اور اس کو کرنے دیا ہو۔

(فائدہ) مندرجہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ تمام محدثین کی اصطلاح میں بھی الحدیث کا معنی وہی ہے جو کہ کتاب و سنت سے تحریر ہو چکا ہے۔ مقصد یہ ہوا کہ علم حدیث سے آنحضرت ﷺ کے فرامین اور آپ کے افعال و حالات کا تعارف ہوتا ہے۔ اور حدیث مبارکہ کی جتنی اقسام ہیں یعنی قولی، فعلی، تقریری ان تمام اقسام کی اہل علم کی اصطلاح میں وحی خفی یا وحی غیر متلو بھی کہا جاتا ہے وحی کی تمام اقسام کا آئندہ ذکر آئندہ آئے گا۔ انشاء اللہ

لفظ اَلسُّنَّۃ کا تعارف

اسلامی اصطلاح میں حدیث اور سنت کا لفظ تقریباً" ایک ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے چنانچہ چند حوالجات اس کی وضاحت کے لیے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) اَلسُّنَّةُ۔ هُوَ قَوْلُ الرَّسُوْلِ ﷺ وَفِعْلِهٖ (کرمانی ص ۲۸، جزء ۲۵) رسول کریم ﷺ کے قول و فعل کو سنت کہتے ہیں۔

(۲) اَلسُّنَّةُ۔ تُطْلَقُ عَلٰى قَوْلِ الرَّسُوْلِ وَفِعْلِهٖ وَسُكُوْتِهٖ (نور الانوار ص ۱۷۵) آنحضرت ﷺ کے قول، فعل اور سکوت کو سنت کہتے ہیں۔

(۳) وَالْحَدِيْثُ فِى اللُّغَةِ ضِدُّ الْقَدِيْمِ وَفِىْ اِصْطِلَاحِهِمْ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَفِعْلِهٖ وَتَقْرِيْرِهٖ وَيُرَادِفُهُ السُّنَّةُ عِنْدَ الْاَكْثَرِ۔ (نزھۃ النظر ص ۶)

ترجمہ۔ لغت میں لفظ حدیث لفظ قدیم کی ضد ہے اور اہل علم کی اصطلاح میں

نبی کریم ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں اور اکثر اہل علم کے نزدیک سنت بھی حدیث کے ہم معنی ہی ہے۔

(۴) اَمَّا السُّنَّةُ مُنْتَطَلَقُ فِي الْاَكْثَرِ عَلٰى مَا اُضِيفَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنْ قَوْلٍ اَوْفِعْلٍ اَوْتَقْرِيْرٍ فَهِيَ مُرَادِفَةُ الْحَدِيْثِ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْاُصُوْلِ (نظریہ حدیث ص ۲۲)

ترجمہ۔ نبی کریم ﷺ کی طرف جو قول، فعل اور تقریر منسوب ہو اسے سنت کہتے ہیں اور وہ حدیث کے ہم معنی ہی ہے علماء اصول کا یہی نظریہ ہے۔

(فائدہ) مندرجہ بالا حوالجات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو تعریف لفظ حدیث کی کتب اصول میں کی گئی ہے وہی لفظ سنت کی بھی کی گئی ہے۔ بلکہ بعض حوالجات میں تو ایک جیسے ہی الفاظ مذکور ہوئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث اور سنت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ دونوں میں کوئی امتیازی فرق نہیں ہے اور اہل علم کا یہی نظریہ ہے بلکہ خبر، اثر، حدیث اور سنت بسا اوقات ایک ہی معنی و مفہوم ادا کرتے ہیں اور کتب اصول میں یہ تمام الفاظ حدیث کے معنی میں استعمال کیے گئے ہیں۔

نہ گھبراؤ خدا والو فساد زور باطل سے
کہ باطل کا شیرازہ اب منتشر ہونے والا

قرآن و حدیث اور سنت سے مراد کتاب اللہ ہے

منکرین حدیث اور ان جیسے لوگ کہا کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی

بیماری میں حکم دیا کہ میرے پاس کتاب لاؤ تاکہ میں ایک نوشتہ لکھ دوں تو تم میرے بعد گمراہ نہیں ہوں گے اس وقت حضرت عمر فاروقؓ نے یہ الفاظ کہے تھے۔

قَالَ عُمَرُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ غَلَبَهُ الْوَجْعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللّٰهِ حَسْبُنَا (بخاری ص ۲۲' ج ا)

ترجمہ۔ فاروقؓ اعظم نے کہا آنحضرت ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس کتاب اللہ ہے وہ ہمیں کافی ہے۔

اس موقع پر حضرت عمرؓ نے صرف کتاب اللہ کا نام لیا ہے حدیث کا کوئی ذکر نہیں تو معلوم ہوا کہ حدیث کوئی ضروری چیز نہیں اگر یہ بھی حجت شرعیہ ہوتی تو حضرت عمر فاروقؓ کہتے کہ ہمارے پاس کتاب و سنت ہے اس کے کئی جوابات ہیں۔ کتب اصول میں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ عدم ذکر عدم شی کو مستلزم نہیں اگر اس موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے حدیث کا نام ذکر نہیں کیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث حجت شرعیہ نہیں ہے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ کا یہ عقیدہ تھا بلکہ وہ سب کے سب حدیث پاک کو حجت مانتے تھے دراصل قرآن و حدیث اور سنت نبویؐ کو اس معاشرہ میں کتاب اللہ ہی کہا جاتا تھا کیونکہ حدیث و سنت کتاب اللہ ہی کی تفسیر و تشریح ہے۔ تو کتاب اللہ کا لفظ استعمال کرکے قرآن و حدیث اور سنت کا مجموعہ مراد لیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کی وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل مقالات قابل غور ہیں۔

(۱) اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (پ ۱۰ توبہ)

ترجمہ۔ بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے۔ جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ان میں سے چار حرمت والے ہیں یہی درست دین ہے پس تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں لفظ کتاب اللہ وارد ہوا ہے۔ جس میں بارہ مہینوں کی تعداد مذکور ہے جن میں سے چار حرمت والے ہیں اگر کتاب اللہ سے مراد صرف قرآن ہی لیا جائے تو قرآن میں ایسے چار مہینے مذکور نہیں کہ وہ کونسے ہیں۔ اگر منکرین حدیث غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ آیت مبارکہ قابل تفسیر و تشریح ہے تو کیا ایسے لوگوں کی تفسیر و تشریح قبول کرنے سے جن کے پاس وحی نہیں آتی اور وہ غیر معصوم ہیں یہ بہتر نہیں کہ حامل وحی پیغمبر جو کہ معصوم ہیں ان کی تفسیر و تشریح کو قبول کرلیا جائے چنانچہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر و تشریح حدیث مبارکہ میں بایں طور مذکور ہے۔

(۱) عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَھَیْئَتِہٖ یَوْمَ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ السَّنَۃُ اِثْنَا عَشَرَ شَھْرًا مِنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِیَاتٌ ذَالْقَعْدَۃِ وَذُوالْحَجَّۃِ وَالْمُحَرَّمِ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادِیْ وَ شَعْبَانَ (صحیح بخاری ص ۶۷۲ ج ۲)

ترجمہ۔ حضرت ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک زمانہ گھوم گھما کر پھر اسی حالت پر آگیا ہے جس حالت پر اس وقت تھا جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمانوں کی تخلیق فرمائی۔ سال بارہ مہینوں کا ہے۔جن میں چار حرمت والے ہیں تین پے در پے زوالقعدہ۔ زوالحج۔ اور محرم چوتھا رجب مضر جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان ہے۔

قرآن مجید کی آیت مبارکہ میں لفظ کتاب اللہ میں جو احکام ذکر فرمائے گئے ان کی وضاحت بخاری شریف کی س حدیث مقدسہ میں کی گئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ حدیث بھی کتاب اللہ میں شامل ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَزَیْد بن خَالِدٍ قَالَا کُنَّا عِنْدَالنَّبِیِّ ﷺ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ اَنْشُکَ اِلَّا قَضَیْتَ بَیْنَنَا بِکِتَابِ اللّٰہِ فَقَامَ خَصْمُہٗ وَکَانَ اَفْقَہُ مِنْہُ فَقَالَ اقْضِ بَیْنَنَا بِکِتَابِ اللّٰہِ وَائْذَنْ لِیْ قَالَ قُلْ قَالَ اِنَّ ابْنِیْ کَانَ عَسِیْفًا عَلٰی ھٰذَا فَزَنٰی بِامْرَاَتِہٖ فافتدیت مِنْہُ بِمِائَۃِ شَاۃٍ وَخَادِمٍ ثُمَّ

سَاَلْتُ رِجَالًا مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ فَاَخْبِرُوْنِیْ اِنَّ عَلٰی اِبْنِیْ جلدُ مائة وتَغْرِیبُ عَامٍ وَعَلی امراته الرجم فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاَقْضِیَن بَیْنَکُمَا بِکِتَابِ اللّٰہِ المائة الشاة والخادم رد علیک وعلی ابنک جلد مائةٍ وتغریب عام وَاغْدُ یاانیس علی امراة ھذا فان اعترفتَ فَارْجُمْھَا فغدا علیھا فَاَعْتَرَفَتْ فَرَجَمَھَا (صحیح بخاری ص ۱۰۰۸، ج ۲)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ اور زید بن خالد کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس تھے ایک شخص کھڑا ہوا اس نے کہا آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے ساتھ فیصلہ کیجیے دوسرا فریق کھڑا ہوا جو اس سے بڑھ کر سمجھ دار تھا اس نے بھی کہا ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے ساتھ فیصلہ کیجیے اور مجھے بات کی اجازت دو آپ نے فرمایا کہو کیا کہنا چاہتے ہو اس نے کہا میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا تو اس کی بیوی سے برائی کر بیٹھا تو میں نے اس کے بدلہ میں سو بکری اور ایک خادم دے دیا ہے پھر میں نے اہل علم سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑا اور ایک سال جلاوطنی ہے اور اس کی بیوی پر رجم کرنا ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا قسم بخدا میں تم دونوں میں اللہ کی کتاب کے ساتھ فیصلہ کروں گا سو بکری اور خادم تو تجھے واپس ملے گا تاہم تیرے بیٹے کو ایک سو کوڑا لگے گا اور سال جلاوطن کیا جائے گا۔ اے انیسؓ اس کی عورت کی طرف جاؤ اگر اقرار گناہ

کرے تو اسے سنگسار کردو۔ چنانچہ اس نے اعتراف جرم کرلیا تو اسے سنگسار کرویا۔

(فائدہ) مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے مسئلہ دریافت کرتے ہوئے یہ شرط لگائی ہے کہ مجھے اللہ کی کتاب کے ساتھ فیصلہ کرکے مسئلہ بتانا دوسرے نے بھی یہی شرط عائد کی ہے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ قسم بخدا میں کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کروں گا تو فرمایا کہ تیرے بیٹے کو ایک سو کوڑا لگے گا اور ایک سال کی جلاوطنی ہوگی اور جس عورت کے ساتھ اس نے زنا کیا ہے اگر وہ اعتراف کرلے تو اسے رجم کیا جائے گا کیونکہ وہ عورت شادی شدہ تھی سوال یہ ہے کہ رجم کرنے کا مسئلہ اور ایک سال جلاوطن کرنے کا حکم یہ دونوں حکم قرآن مجید میں تو موجود نہیں جب کہ آنحضرت ﷺ حلفاً" فرما رہے ہیں میں فیصلہ کتاب اللہ کے ساتھ کروں گا اور فیصلہ وہ فرمایا جو کہ قرآن مجید میں موجود نہیں تو معلوم ہوا کہ قرآن کے علاوہ بھی کتاب اللہ موجود ہے اور وہ حدیث و سنت کے دفاتر ہیں چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (پ ۲۷ النجم)

ترجمہ۔ اور نہیں بولتے وہ اپنی خواہش سے وہ تو وحی ہے جو کہ آپ کی طرف اتاری گئی۔

(۳) امام بخاریؒ صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی خلافت

کے دنوں میں ایک بڑا طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اسلامی تعلیم پر خوب روشنی ڈالی دوران خطبہ آپ نے زانی کے رجم کا مسئلہ بیان فرمایا جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَآيَةُ الرجمِ فَقَرَاْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ فَاَخْشٰى اِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ اَنْ يقولَ قائل وَاللّٰهِ مَانَجِدُ اٰيَةَ الرَّجْمِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَيَضِلُّوْا بترك فَرِيْضَةٍ انزلَهَا اللّٰهُ والرجم فی كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلٰى من زَنٰى اذا اُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ اِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ اَوْكَانَ الْحَبَلُ اَوِالْاِعْتِرَافُ۔ (صحیح بخاری ص ۱۰۰۹' ج ۲)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق دے کر مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل کی پس اس میں جو اللہ نے نازل کیا رجم والی آیت بھی ہے جسے ہم نے پڑھ کر یاد کیا خود آپؐ نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا مجھے خطرہ ہے کہ طوالت زمانہ کی وجہ سے کوئی کہنے والا کہے گا کہ ہم اللہ کی کتاب میں رجم والی آیت نہیں پاتے پھر وہ اللہ کے نازل کردہ فریضے کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں گے اللہ کی کتاب میں رجم کرنا حق و ثابت ہے جو شادی شدہ مرد و عورت زنا کرے جب دلیل یا حمل یا اعتراف قائم ہو جائے۔

(فائدہ) حضرت عمرفاروقؓ نے اپنے اس خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کی کتاب میں رجم کرنا ثابت ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ قرآن مجید میں رجم کرنے کا مسئلہ کسی آیت میں بھی مذکور نہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت عمرفاروقؓ حدیث و سنت کے ذخیرہ کو بھی کتاب اللہ ہی سمجھتے تھے اور یہی وہ ذخیرہ ہے یعنی قرآن و حدیث اور سنت نبوی جسے کتاب اللہ کہا جاتا ہے۔

(۴) جو عورتیں چہرے کی خوبصورتی بنانے کے لیے بال اکھاڑتی ہیں یا اعضاء میں سرمہ وغیرہ زخم کرکے بھرلیتی ہیں ان پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے لعنت ڈالی قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت کو یہ خبر پہنچی تو وہ حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ کے پاس آئی کہنے لگی مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ ایسی عورتوں پر لعنت ڈالتے ہیں آپ نے جو جواب دیا وہ مندرجہ ذیل ہے۔

فَقَالَ وَمَالِی لَآ اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَنْ هُوَ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ قَالَ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَیْنَ اللَّوْحَیْنِ فَمَا وَجَدْتُّ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ قَالَ لَئِنْ کُنْتِ قَرَاْتِیْهِ لَقَدْ وَجَدْتِّ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا قَالَتْ بَلٰی قَالَ فَاِنَّهٗ قَدْ نَهٰی عَنْهُ۔ (بخاری ص ۷۲۵' ج ۲)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں اسے لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہو اور وہ کتاب اللہ میں بھی معلون ہو اس نے کہا مجھے تو کتاب اللہ نظر نہیں آیا حالانکہ میں نے سارا قرآن پڑھا ہے آپ نے فرمایا

کیا یہ آیت نہیں تم کو جو رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ اس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا کہ اس سے پیغمبر علیہ السلام نے روکا ہے۔

(فائدہ) مندرجہ بالا حدیث مبارکہ پر غور کرو جن عورتوں پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ لعنت ڈال رہے ہیں ان کا ذکر قرآن میں نہیں جب کہ عبداللہ بن مسعودؓ کہہ رہے ہیں کہ کتاب اللہ میں بھی ان پر لعنت مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے معاشرہ میں پوری شریعت اسلامیہ کو کتاب اللہ سے تعبیر کرلیا کرتے تھے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

صحابہ کرامؓ حدیث اور سنّت کو حجّت سمجھتے تھے

حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی کے متعلق بھی یہ مغالطہ درست نہیں کہ وہ حدیث و سنت کو کوئی مقام نہیں دیتے تھے۔ بلکہ حضرات صحابہ کرامؓ حدیث اور سنت نبویؐ کو شریعت میں بنیادی اور اساسی حیثیت دیتے تھے چنانچہ ذیل میں چند حوالجات مذکور ہوں گے جن سے معلوم ہوگا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے نزدیک حدیث اور سنت نبویؐ باقاعدہ اسلامی شریعت کے ماخذ تھے چنانچہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق کتب احادیث میں یہ روایت مندرج ہے۔

(۱) عَنْ مَیْمُوْنَ ابْنِ مِهْرَانَ قَالَ كَانَ اَبُوْبَكْرٍ اِذَا وَرَدَ عَلَيْهِ

الْخَصْمُ نَظَرَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَإِنْ وَجَدَ فِيْهِ مَا يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ قَضٰى بِهٖ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْكِتَابِ عَلِمَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ ذَالِكَ الْأَمْرِ سُنَّةً قَضٰى بِهٖ فَإِنْ أَعْيَاهُ خَرَجَ فَسَائَلَ الْمُسْلِمِيْنَ وَقَالَ أَتَانِيْ كَذَا وَكَذَا فَهَلْ عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَضٰى فِيْ ذَالِكَ بِقَضَاءٍ فَرُبَمَا اجْتَمَعَ إِلَيْهِ النَّفَرُ كُلُّهُمْ يَذْكُرُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْهِ قَضَاءً فَيَقُوْلُ أَبُوْبَكْرٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْنَا مَنْ يَّحْفَظُ عَلٰى نَبِيِّنَا۔ فَإِنْ أَعْيَاهُ أَنْ يَّجِدَ فِيْهِ سُنَّةً مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ جَمَعَ رُؤُسَ النَّاسِ وَخِيَارَهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ فَإِذَا اجْتَمَعَ رَأْيُهُمْ عَلٰى أَمْرٍ قَضٰى بِهٖ (داری ص ۵۴، ج ۱)

ترجمہ۔ حضرت میمونؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر جب کوئی مقدمہ آتا تو اللہ کی کتاب میں دیکھتے اگر اس میں دلیل مل جاتی تو لوگوں میں اس کے ساتھ فیصلہ کر دیتے اگر کتاب اللہ میں مسئلہ نہ ہوتا تو اس معاملے میں سنت رسول ﷺ معلوم کرتے تو اس کے ساتھ فیصلہ کرتے۔ اگر مشکل پڑ جاتی تو عام مسلمانوں کے پاس جاتے اور فرماتے میرے پاس یہ مسئلہ آیا ہے کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ کیسے کیا تھا پس عام طور پر جب لوگ ذکر کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ اس طرح کیا تھا تو فرماتے تمام تعریف اللہ کی ہے جس نے ہم میں وہ آدمی رکھا ہے جو ہمارے پیغمبر کا فرمان یاد رکھتا ہے اگر سنت رسولؐ بھی

نہ ملتی تو سمجھ دار لوگوں کو اکٹھا کرکے ان سے مشورہ کرتے تو پھر ان کی اجتماعی رائے پر فیصلہ کرتے۔

(فائدہ) اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے نزدیک سنت رسول ﷺ حجت تھی تو اس کے ساتھ کتاب اللہ کے بعد فیصلہ جات میں دلیل پکڑتے تھے ورنہ لوگوں کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی اگر صحابہ کرامؓ ہمارے زمانہ کے منکرین حدیث کی طرح کے ہوتے تو کہہ دیتے حدیث کونسی حجت شرعی ہے آپ لوگوں کے پاس کیوں مارے مارے پھرتے ہیں۔

(۲) خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ سنت کی حجیت شرعیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

عَنْ شُرَيْحٍ اَنَّ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب كَتَبَ اِلَيْهِ اِنْ جَاءَكَ شَيْءٌ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَاقْضِ بِهٖ وَلَا يَلْتَفِتَكَ عَنْهُ الرِّجَالُ فَاِنْ جَاءَكَ مَا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَانْظُرْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاقْضِ بِهَا الخ (دارمی ص ۵۵)

ترجمہ۔ قاضی شریحؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اسے خط لکھا اگر تیرے پاس فیصلہ آئے جو کتاب اللہ میں ہے تو اس کے ساتھ فیصلہ کرو اور لوگوں کی مت سنو' اگر کتاب اللہ میں نہیں تو سنت رسولؐ دیکھو اور اسی کے ساتھ فیصلہ کرو۔

(فائدہ) امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ کے اس مکتوب گرامی سے معلوم ہوتا ہے

کہ آپ سنت مبارکہ کو حجت شرعیہ قرار دیتے تھے۔ ورنہ یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ سنت رسول کے ساتھ فیصلہ کرو۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر کا ناصحانہ فرمان

عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ لَقِيَهُ فِي الطَّوَافِ فَقَالَ لَهُ يَا اَبَا الشعثاءِ اِنَّك من فقهاء البصرةِ فلا تُفْتِ الا بقرآنٍ ناطقٍ اوسُنَّةٍ ماضيةٍ (دارمی ص ۵۴، ج ۱)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ بن عمر طواف کر رہے تھے کہ جابرؓ بن زید سے ملاقات ہوگئی تو آپ نے فرمایا اے ابو شعثاء تو بصرہ کا فقیہ ہے قرآن و سنت کے ساتھ فتوی دیا کرو۔

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

فَاِذَا سَئَلْتُمْ عن شيءٍ فَانْظُرُوا فِي كتابِ اللّٰهِ اِنْ لَّمْ تَجِدُوْهُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَفِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْهُ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَمَا اَجْمَعَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ (دارمی ص ۵۵، ج ۱)

ترجمہ۔ اگر تم کو مسئلہ پوچھا جائے تو اللہ کی کتاب میں دیکھو ورنہ سنت رسول ﷺ میں دیکھو اگر وہاں بھی نہ ہو تو تمام اہل اسلام کا اجماع دیکھو۔

(۵) حضرت عبداللہؓ بن عباس فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس قَالَ مَنْ اَحْدَثَ رَاْيًا ليس في كتابِ

اللّٰہِ وَلَمْ تَمْضِ بِہٖ سُنَّۃٌ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ لَمْ یَدْرِ عَلٰی مَاھُوَ مِنْہُ اِذَا لَقِیَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ (دارمی ص ۵۳ ج ۱)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ بن عباس کہتے ہیں جس نے ایسی رائے پیدا کی جو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ میں نہیں ہے قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ کو ملے گا تو وہ حیران و پریشان ہوگا۔

(فائدہ) مندرجہ بالا آثار کو ملاحظہ فرماؤ تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ ہر معاملہ میں خواہ وہ مذہبی ہو یا سیاسی کتاب و سنت کو ہی مقدم رکھتے تھے جس کا مقصد یہ ہے کہ سنت رسولؐ حجت ہے۔

کتابت حدیث

منکرین حدیث کہا کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی احادیث لکھنے سے روک دیا تھا جیسا کہ مسلم میں ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا تَکْتُبُوْا عَنِّیْ وَمَنْ کَتَبَ عَنِّیْ غَیْرَ الْقُرْاٰنِ فَلْیَمْحُہٗ (صحیح بخاری ص ۴۱۴ ج ۲)

ترجمہ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث نہ لکھو جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ لکھا ہو وہ اسے مٹادے

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم صرف نزول قرآن کے زمانہ تک مخصوص تھا۔ اس لیے کہ اس وقت قرآن لکھا جارہا تھا اس کے ساتھ حدیثوں کے مل

جانے کا خوف تھا۔ جب قرآن کتابی صورت میں جمع ہوگیا تو آپ نے احادیث مبارکہ لکھنے کی اجازت فرمادی بلکہ خود بھی لکھوائیں تاکہ پہلی ممانعت ختم ہوجائے۔ اہل علم کا یہی رجحان ہے چنانچہ فتح الباری میں ہے

(۱) اَلنَّهْيُ مُقَدَّمٌ وَالْإِذْنُ نَاسِخٌ لَهُ (فتح الباری ص ۱۰۶، ج ۱)

ترجمہ۔ منع کا حکم پہلے تھا اور اجازت نے اسے منسوخ کردیا۔

(۲) حَدِيْثُ النَّهْيِ مَنْسُوْخٌ (منہاج شرح مسلم ص ۴۱۵، ج ۲)

ترجمہ۔ منع کی حدیث اب منسوخ ہوچکی ہے۔

(۳) نَهْىٌ فِيْ اَوَّلِ الْاَمْرِ ثُمَّ اَجَازَ الْكِتَابَةَ (رسالہ ناسخ و منسوخ ابن الجوزی ص ۱۳)

ترجمہ۔ ابتداء میں روکا پھر اجازت دے دی۔

(فائدہ) امام بخاری اور دیگر اہل علم مذکورہ بالا ممانعت والی حدیث کو موقوف روایت مانتے ہیں چنانچہ امام ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

وَالصَّوَابُ وَقْفُهُ اَلِىْ سَعِيْدٍ قَالَهُ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُ (فتح الباری ص ۱۰۶، ج ۱)

ترجمہ۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ یہ ابوسعیدؓ خدری کا قول ہے۔

مذکورہ بالا حوالجات سے واضح ہوجاتا ہے کہ احادیث لکھنے کی اجازت نبی کریم ﷺ نے عطا فرمادی تھی۔

احادیث مبارکہ لکھنے کی اجازت کے دلائل

آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ کی حرمت کے متعلق خطبہ ارشاد فرمایا

(۱) فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اُكْتُبْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اُكْتُبُوْا لِاَبِيْ فُلَانٍ (بخاری ص ۲۲' ج ۱)

ترجمہ۔ تو ایک شخص نے عرض کی مجھے لکھ دو تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابو فلاں کو یہ خطبہ لکھ دو۔

(۲) عن ابی هريرةؓ يَقُوْلُ مَامِنْ اَصْحَابِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ اَحَدٌ اَكْثَرَ حَدِيْثًا عَنْهُ مِنِّيْ اِلَّا مَا كَانَ مِنْ عبد الله ....الخ فانه كان يكتب ولا اكتب (بخاری شریف ص ۲۲' ج ۱)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ کسی صحابیؓ کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث نہیں تھیں ہاں عبداللہؓ بن عمرو کے پاس مجھ سے زیادہ تھیں کیونکہ وہ لکھتے تھے میں لکھتا نہیں تھا۔

(فائدہ) اس موضوع کی بکثرت احادیث مبارکہ کتب احادیث میں موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ لکھائی تھیں اور لکھنے کا حکم و اجازت بھی دی تھی اور صحابہ کرامؓ نے آپ کے زمانہ میں احادیث لکھی بھی تھیں یہ مفروضہ بالکل غلط ہے کہ اڑھائی سو سال بعد احادیث لکھی گئی تھیں۔

(خلاصہ مبحث)

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث

شریف پر عمل کرنا بھی ضروری ہے قرآن اور حدیث دونوں کے مجموعہ کا نام دین اسلام ہے جس سے اہمیت حدیث واضح ہوجاتی ہے۔

رسالہ اتباع سنت کی اہمیت و فضیلت ! کے مولف محترم جناب قاری محمد موسیٰ صاحب' صاحب علم و عمل اور مشفق استاد ہیں۔ مسائل میں تحقیقی ذہن رکھتے ہیں ہمعصر احباب کا احترام محترم قاری صاحب کے خصائل حمیدہ سے ہے خوش اخلاقی سے پیش آنا آپ کی عادات میں سے ہے۔ کتاب و سنت کی تبلیغ میں خیرخواہانہ رویہ ہمیشہ ملحوظ رکھتے ہیں۔

زیر نظر رسالہ اتباع سنت کی اہمیت و فضیلت میں بھی یہی خیرخواہی کا جذبہ غالب ہے۔ محترم قاری صاحب کی خواہش کے احترام میں رسالہ ہٰذا کا مقدمہ بندہ نے تحریر کیا ہے اگرچہ یہ کام اہل علم کا ہے معلوم نہیں محترم قاری صاحب کی نظر انتخاب میں بندہ ناچیز کیسے اس قابل قرار پایا کہ وہ میرے پاس تشریف لائے میں تو اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں کہ ان کے فرمان کی تعمیل میں یہ چند سطور بطور مقدمہ کے تحریر کی ہیں۔ جن میں حدیث اور سنت کی اہمیت کو واضح کرنے کی معمولی سی کوشش کی گئی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم قاری محمد موسیٰ صاحب کی اس کوشش میں برکت عطا فرمائے کہ ان کی یہ محنت شرف قبولیت سے مشرف ہو اور اہل اسلام کے لیے مفید ثابت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا میں خوش وخرم رکھے آپ کو نیک خلف الرشید عطا فرمائے۔ آمین وَمَا ذَالِکَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ اور اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں ہم سب کا حامی و

ناصر ہو۔ آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم
وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
پندار سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز بر پئے مصطفٰی

راقم الحروف

ابوالخیر سید محمد اکرم گیلانی

مدرس مدرسہ تفہیم القرآن محلہ اصغر کالونی

نزو نگار پھاٹک فیصل روڈ گوجرانوالہ

مورخہ ۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء بروز بدھ بعد از نماز عشاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطاعت رسولؐ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔

"جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی"

پیارے بھائیو! یہ دور ضلالت و بدعات اور غلط رسومات کا ہے۔ عوام کے لیے حق و باطل میں امتیاز کرنا بہت دشوار اور مشکل ہوگیا ہے۔ اسلام میں کفر کی ملاوٹ ہو رہی ہے۔ توحید میں شرک کی۔ اخلاص میں ریا کی آمیزش ہو رہی ہے۔ سنت کے ساتھ بدعت شامل ہوگئی ہے۔ علماء پر داہنت کا جنون سوار ہے الا ماشاء اللہ حق و صداقت بیان کرنے والوں کی قلت ہے۔ گمراہ کن افراد کی کثرت ہے۔

فرقہ ناجیہ صرف ایک ہے جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کو معیار حق قرار دیتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں اگر ان دو چیزوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت' جب کوئی جھگڑا کسی بات پر پیدا ہو۔ تو اس کو اللہ اور رسولؐ کی طرف لوٹاؤ یعنی قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرو۔ (سورۃ النساء پارہ نمبر۵) فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ پس ہر دینی کام اور عبادت اور ذکر الٰہی کے امور میں سنت رسول ﷺ سے راہنمائی لینی چاہیے کسی اور سے راہنمائی لینے کی ضرورت ہی نہیں نہ کوئی مخلوق میں سے آنحضرت ﷺ کے درجات و مراتب میں آپ کے مساوی ہے اور نہ ہی آپ کے اسوہ

حسنہ کے برابر کوئی دوسرا راستہ (اسلوب زندگی) ہے۔

دین نام ہے اتباع رسولؐ کا

دین کی ساری بنیاد یہ ہے کہ دین کسی خاص عمل کا نام نہیں۔ کسی خاص شوق کا نام دین نہیں۔ اپنے معمولات پورے کرنے کا نام دین نہیں۔ اپنی کسی عادت پوری کرنے کا نام دین نہیں بلکہ دین نام ہے اطاعت رسولؐ اور اس کی اتباع کا' آپؐ جیسا کہیں ویسا کرنے کا نام دین ہے۔ انہیں جو چیز پسند ہے اسے اختیار کرنے کا نام دین ہے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دینے کا نام دین ہے دین اس چیز کا نام ہے کہ جس وقت جو کام کرنے کو کہا جارہا ہے وہ کریں مثلاً"

نمبرا۔ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ مَسْجِدًا وَقَدْ أُذِّنَ فِيهِ وَنَحْنُ نُرِيدُ أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِ فَثَوَّبَ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مِنَ الْمَسْجِدِ وَقَالَ أَخْرُجْ بِنَا مِنْ عِنْدِ هٰذَا الْمُبْتَدِعِ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ۔

حضرت مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا۔ اذان ہوچکی تھی۔ ہمارا ارادہ نماز پڑھنے کا تھا اتنے میں موذن نے تثویب کہی (یعنی اذان اور اقامت کے درمیان جب کہ لوگ آنے میں دیر کریں تو قد قامت الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہا جائے یہ عمل مسنون نہیں ہے) تو عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ ہمیں اس بدعتی کے پاس سے لے چلو اور اس مسجد میں نماز نہ پڑھی۔

فائدہ:- خلاف سنت کام سے نفرت کا اظہار بہت ضروری ہے۔

نمبر۲۔ مسند احمدؒ میں یہ حدیث ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص صحابیؓ کو ختنہ کی دعوت پر بلایا گیا تو انہوں نے قبول دعوت سے انکار کر دیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ختنہ کی دعوت نہ تھی۔ اس لیے میں اسے قبول نہیں کرتا۔

فائدہ:- ثابت ہوا کہ خلاف سنت دعوت قبول نہیں کرنی چاہیے۔

نمبر۳۔ امام نوویؒ شرح مہذب میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے موذن کو دیکھا کہ وہ عشاء کے وقت الصلوٰۃ خیر من النوم کہتا تھا حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اَخْرِجُوا الْمُبْتَدِعَ مِنَ الْمَسْجِدِ کہ اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔

فائدہ:- ثابت ہوا کہ کسی عمل کی قبولیت کی شرط صرف سنت کی پیروی ہے۔

نمبر۴۔ مشکوٰۃ المصابیح میں ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ ٹھہرائے بایں طور کہ نماز سے فارغ ہو کر داہنی طرف پھر جانے کو لازم کر لے اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بسا اوقات بائیں جانب مڑ جاتے دیکھا ہے۔

فائدہ:- ثابت ہوا کہ جو کام دو طرح سنت سے ثابت ہو تو اس میں سے ایک کو لازم نہ کر لیں دونوں پر عمل کریں۔

نمبر۵۔ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو عیدگاہ میں نفل پڑھتے دیکھا تو اسے روک دیا اس نے کہا کہ اے امیرالمومنین! اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے کی سزا نہیں

دے گا یہ تو اس کی عبادت ہے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے عمل پر ثواب نہ دے گا جب تک کہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو۔ تیری نماز عبث ہے شاید تجھے اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی سزا دے یہ نفل آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں تیرا یہ عمل فضول ہے حضرت علیؓ نے ایک قاعدہ بتایا ! اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یُثِیْبُ عَلٰی فِعْلٍ حَتّٰی یَفْعَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَوْ یَحُثَّہٗ عَلَیْہِ یعنی میں بالیقین جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی عمل پر ثواب نہ دے گا جب تک کہ آپ نے وہ عمل خود کیا ہو یا اس کی ترغیب دی ہو۔

نمبر۷۔ وَاَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (یٰسین ۶۱) "میری عبادت کرو یہی صراط مستقیم ہے"

(الف) اگر کوئی شخص نماز فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان نفل نماز ادا کرے تو لغوی اعتبار سے تو اس کی نماز عبادت کہلائے گی لیکن شرعی اعتبار سے عبادت نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کی بغاوت ہوگی اس لیے کہ اس نے نماز کے ادا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی حدیث کے ذریعے نماز فجر کے بعد سے سورج کے طلوع ہونے تک زائد (نفل) نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

نوٹ :۔ اوقات مکروہہ میں قضا نماز پڑھ سکتا ہے۔

(ب) اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے عید کے دن روزہ رکھنا منع فرمایا ہے لہٰذا

اگر کوئی شخص عید کے دن روزہ رکھتا ہے تو اگرچہ اس کا روزہ لغوی اعتبار سے تو عبادت ہے لیکن شرعی اعتبار سے عبادت نہیں بغاوت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ خلاف سنت ہے۔

فائدہ :- ثابت ہوا کہ خلاف سنت عبادت بھی بغاوت بن جاتی ہے مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء' ۸۰) "جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی" کسی بات کی حکمت و مصلحت سمجھ میں آئے یا نہ آئے بس رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ رسول اللہ ﷺ کی ہستی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ مَاۤ اٰتٰٮكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهٰٮكُمۡ عَنۡهُ فَانْتَهُوۡا جو تمہیں رسول ﷺ دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں باز آؤ۔ ایمان بالرسول کا تقاضا یہ ہے کہ رسول ﷺ کی بات ہر حال میں مانی جائے خواہ اس کے معانی و مقاصد سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں اگر کوئی شخص معانی و مقاصد سمجھنے کے بعد رسول ﷺ کی بات مانے تو پھر اس شخص کے ایمان کو ایمان بالعقل تو کہہ سکتے ہیں ایمان بالرسول نہیں کہہ سکتے۔

نمبر۷۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ ہر وہ عبادت جس کو صحابہؓ نے نہ کیا ہو وہ تم مت کرو۔ صحابہ کرامؓ مسلمانوں کی صف اول ہیں۔ پہلی صف جو اپنے امام کے افعال کو دیکھتی ہے وہ دوسری صف دیکھ نہیں سکتی۔ ہم تو آخری صف ہیں ہمیں جناب رسول کریم ﷺ کے اقوال و افعال کا کیا پتہ ؟ (کتاب الاعتصام ج ۱)

نمبر۸۔ حدیث افتراق امت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ میری امت بہتر 72 فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے ایک فرقہ حق پر ہوگا لوگوں نے پوچھا۔ وہ کون سا؟ آپؐ نے فرمایا مَآ اَنَا عَلَیۡہِ وَاَصۡحَابِیۡ (مشکوۃ) یعنی جس پر میں ہوں اور میرے صحابہؓ ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ معیار صداقت آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کا طریق کار ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہؓ کا طریق کار آپؐ کے طریق سے جدا نہ تھا اور وہ وہی ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو چھوڑا جس کی وضاحت اس حدیث میں ہے۔

تَرَکۡتُ فِیۡکُمۡ اَمۡرَیۡنِ لَنۡ تَضِلُّوۡا مَا تَمَسَّکۡتُمۡ بِهِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّۃُ رَسُوۡلِہٖ یعنی میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ جب تک ان دو پر عمل کرتے رہو گے۔ گمراہ نہیں ہوگے ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری میری سنت۔

اب غور طلب امر یہ ہے۔ کہ جب صحابہ کا طریق کتاب و سنت ہے جو بعینہٖ مَآ اَنَا عَلَیۡہِ ہے تو پھر معیار صداقت مَآ اَنَا عَلَیۡہِ ہی کافی تھا۔ اس کے بعد وَاَصۡحَابِیۡ بڑھا کر صحابہ کو معیار صداقت قرار دینے میں کیا حکمت؟ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب و سنت پر عمل کی وہی صورت صحیح ہے جو صحابہؓ کے طریق کے موافق ہو اور جو صورت صحابہؓ کے خلاف ہو اس میں صداقت نہیں۔

مخالفت صحابہؓ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک شخص کو معین کر کے

اس کی تقلید میں کتاب و سنت کو سمجھا جائے۔ حالانکہ صحابہؓ کرامؓ نے حصول احکام شریعت میں کسی شخصیت معینہ کا التزام نہیں کیا۔ حضرت ابن عباسؓ سے جب سوال ہوا کہ تو علوی ہے یا عثمانی! تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ میں نہ علوی ہوں اور نہ ہی عثمانی۔ بلکہ بَلْ اَنَا عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ۔ میں تو رسول اللہ ﷺ کے طریق پر ہوں۔

عقد الجید میں ہے وَقَدْ صَحَّ اِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ اَوَّلِهِمْ عَنْ اٰخِرِهِمْ عَلَى الْاِمْتِنَاعِ وَالْمَنْعِ مِنْ اَنْ يَقْصُدَ اَحَدٌ اِلٰى قَوْلِ اِنْسَانٍ مِنْهُمْ اَوْ مِمَّنْ قَبْلَهُمْ فَيَاْخُذَهٗ كُلَّهٗ۔

تمام صحابہ و تابعین کا اجماع ہے کہ پیغمبرؐ کے علاوہ موجودہ یا گزشتہ میں سے کسی کے تمام اقوال پر عمل کرنے سے اپنے آپ کو اور دوسروں کو روک دیا جائے۔

نمبر۹۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَ مُسْنَدُهٗ صَحِيْحٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ مُجَابٌ اَلْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ.... وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِيْ۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے بھی لعنت کی اور اللہ نے لعنت کی ہے اور ہر نبی نے جو مستجاب الدعوات ہے ان میں سے ایک اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا اور دوسرا میری سنت کو چھوڑنے والا۔

فائدہ:- ثابت ہوا کہ تارک سنت ملعون ہے۔

نمبر۱۰۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَ سَنَدُهُ صَحِيْحٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَكَلَ طَيِّبًا وَعَمِلَ فِيْ سُنَّةٍ وَاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

آپ نے فرمایا جس نے حلال روزی کھائی اور سنت پر عمل کیا اور جس کی ایذا رسانیوں سے لوگ محفوظ رہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

فائدہ :۔ اس حدیث میں تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔

(۱)۔ حلال کھانا۔

(۲)۔ سنت پر عمل کرنا۔

(۳)۔ لوگوں کو ایذا نہ پہنچانا۔

نمبر۱۱۔ رسول اللہ ﷺ نے کھانا کھایا۔ پھر آپ کے پاس وضو کے لیے پانی لایا گیا۔ آپؐ نے وضو نہیں کیا اور فرمایا لَوْ فَعَلْتُهُ فَعَلَ ذٰلِكَ النَّاسُ بَعْدِيْ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ مُغِيْرَةؓ اگر میں وضو کروں تو پھر میرے بعد لوگوں کو بھی ایسا کرنا ہوگا (یعنی پھر وہ سنت کو ترک نہیں کر سکیں گے)

سنت اور صحابہ کرام

نمبر۱۲۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا سنت کے متعلق کیا عقیدہ تھا کیا وہ سنت کو معمولی درجہ دے کر ترک کردیا کرتے تھے یا وہ سنت کو لازمی سمجھتے تھے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں قَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

الطَّوَافَ بَیْنَهُمَا فَلَیْسَ لِاَحَدٍ اَنْ یَّتْرُکَ الطَّوَافَ بَیْنَهُمَا۔ (متفق علیہ)

صفا و مروہ کے مابین دوڑنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ لہٰذا کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان دوڑنے کو ترک کردے۔

نمبر۱۳۔ حضرت ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں لَسْتُ تَارِکًا شَیْئًا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَعْمَلُ بِهٖ اِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ فَاِنِّیْ اَخْشٰی اِنْ تَرَکْتُ شَیْئًا مِنْ اَمْرِهٖ اَنْ اَزِیْغَ۔ (صحیح بخاری باب فرض الخمس)

میں کسی ایسے فعل کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ جو فعل رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے بلکہ میں تو اسی فعل پر عمل کروں گا کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں آپ کے کسی فعل کو چھوڑ دوں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔

نمبر۱۴۔ حضرت عمر فاروقؓ بیان کرتے ہیں اَعْمَلُ فِیْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ .... فَوَاللّٰهِ الَّذِیْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ لَا اَقْضِیْ فِیْهَا قَضَآءً غَیْرَ ذٰلِکَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔

میں اس معاملہ میں وہی عمل کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے ... اللہ کی قسم جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں میں قیامت تک اس کے علاوہ کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔

نمبر۱۵۔ ابن سمط کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو ذوالحلیفہ میں دو

رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا (یعنی نماز قصر کرتے ہوئے دیکھا) میں نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا

اِنَّمَا اَفْعَلُ كَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُ (نسائی)

اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ میں تو ویسا ہی کرتا ہوں جیسا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

نمبر۱۶۔ حجر اسود کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں لَوْلَآ اَنِّیْ رَاَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ اِسْتَلَمْتُ مَا اسْتَلَمْتُكَ (صحیح بخاری باب الرمل فی الحج والعمرۃ ج۱)

اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تیرا بوسہ نہ لیتا۔ گویا حضرت عمرؓ نے سنت کے مطابق بوسہ لیا۔ اگر بوسہ نہ لینا سنت ہوتا تو وہ اس سنت پر عمل کرتے۔

نمبر۱۷۔ طواف کعبہ کرتے وقت تین چکروں میں دوڑا جاتا ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اب اس دوڑنے سے کیا فائدہ ہے یہ تو ہم نے اس لیے کیا تھا کہ مشرکین پر اپنی قوت کا اظہار کریں اور اب تو مشرکین کا خاتمہ ہوچکا ہے (لہٰذا اب دوڑنے کی کیا ضرورت ہے) یہ کہہ کر فرمایا

شَیْءٌ صَنَعَهُ النَّبِیُّ ﷺ فَلَا نُحِبُّ اَنْ نَّتْرُكَهٗ۔ (بخاری)

ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ اس سنت کو بھی نہیں چھوڑتے تھے جس کا علت باقی نہ رہا ہو۔

نمبر۱۸۔ وتروں سے حضرت علیؓ فرماتے ہیں وَلٰكِنْ سُنَّةٌ فَلَا تَدَعُوْهُ (مسند احمد)

وتر سنت ہے لہٰذا اسے نہ چھوڑو۔

نمبر۱۹۔ ایک یمنی شخص نے حجر اسود کو بوسہ دینے کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اس کو ہاتھ لگاتے تھے اور بوسہ دیتے تھے۔ اس نے کہا اگر ہجوم زیادہ ہوجائے اور میں مغلوب ہو جاؤں (تو کیا کروں) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا۔ اِجْعَلْ اَرَاَيْتَ بِالْيَمَنِ۔ یعنی اپنی اگر مگر یمن میں رکھو۔ (بخاری باب تقبیل الحجر)

ثابت ہوا کہ عبداللہ بن عمرؓ کسی عذر کی بناء پر بھی ترک سنت کو جائز نہین سمجھتے تھے۔

نمبر۲۰۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا لَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ (صحیح مسلم)۔ اگر تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت کو چھوڑ دیا تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

نمبر۲۱۔ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ کعبہ کے خزانہ میں جتنا سونا چاندی ہے سب کو تقسیم کر دیں۔ ایک شخص نے کہا کہ آپ کے دونوں ساتھیوں (یعنی رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ) نے تو ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا هُمَا

الْمَرْآنِ اَقْتَدِیْ بِهِمَا۔ (صحیح بخاری باب کسوة الکعبه)

یعنی ان ہی دونوں کی میں بھی پیروی کروں گا۔

نمبر۲۲۔ حضرت علیؓ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ سے فیصلہ کے مقابلہ میں فرماتے ہیں۔ مَاكُنْتُ لِاَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ لِقَوْلِ اَحَدٍ۔ (صحیح بخاری باب التمتع والاقران) یعنی میں کسی کے کہنے سے نبی ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑوں گا حضرت عثمانؓ نے ایک اجتہادی غلطی کی بناء پر ایک خلاف سنت، کام کا حکم دے دیا۔ موجودہ بعض لوگوں کے خیال کے مطابق چاہیے تو یہ تھا کہ حضرت علیؓ اس حکم کے مقابلہ میں سنت کو چھوڑ دیتے کیونکہ امیر کی اطاعت فرض ہے۔ لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس لیے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک سنت کی پیروی امیر کی اطاعت پر فوقیت رکھتی ہے۔

نوٹ :- حضرت علیؓ کے اس قول پر ان لوگوں کو غور کرنا چاہیے جو والدین' یا بیوی یا حاکم یا برادری کی رسومات کی خاطر سنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ماں باپ یا حاکم وقت کی اطاعت فرض ہے لہذا فرض کے مقابلہ میں سنت ترک کردینی چاہیے کاش کہ وہ غور کرتے کہ سنت کی پیروی دراصل دین کی پیروی ہے دین میں اطاعت صرف اللہ کی ہی نہیں بلکہ رسول کی بھی ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ یعنی

جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ ثابت ہوا اطاعت رسول میں سنت شامل ہے۔

والدین یا حاکم وقت کی اطاعت ایک حد میں ہے دین کی مخالفت میں ان کی اطاعت کی کوئی حیثیت نہیں آپ کا ارشاد گرامی ہے اطاعت صرف معروف کاموں میں ہے خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت "حلال" نہیں۔

نمبر۲۳۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت کعب بن عجرہؓ مسجد میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ عبدالرحمن بن ام الحکم بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے۔ فرمایا

اُنْظُرُوْا اِلٰی هٰذَا الْخَبِیْثِ یُخْطُبُ قَاعِدًا وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا ۔ یعنی اس خبیث کو دیکھو کہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے (حالانکہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوکر خطبہ دیتے تھے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور آپ کو کھڑا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ (القرآن سورہ جمعہ)

حضرت کعب بن عجرہؓ ترک سنت دیکھ کر بے قرار ہوگئے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ ترک سنت جائز نہیں۔ اگر سنت کا چھوڑنا جائز ہوتا تو خفگی کا کیا موقع تھا جائز کام پر ناراضگی نہیں ہوتی۔

نمبر۲۴۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمارہ بن رویبہؓ نے بشر بن مروان کو منبر پر دونوں ہاتھ اٹھائے دیکھ کر فرمایا

قَبَّحَ اللّٰهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا يَزِيْدُ عَلٰى اَنْ يَّقُوْلَ بِيَدِهٖ هٰذَا ...

اللہ ان دونوں ہاتھوں کا برا کرے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ صرف ایک ہاتھ اٹھا کر انگشت شہادت سے اشارہ کرتے تھے۔

نمبر ۲۵۔ صحیح بخاری باب نحر الابل المقیدۃ میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا ہے تو فرمایا اِبْعَثْهَا قِیَامًا مُقَیَّدَةً سُنَّةُ مُحَمَّدٍ ﷺ ۔ اس کا ایک پیر باندھ کر کھڑا کر (پھر نحر کر) یہ محمد ﷺ کی سنت ہے۔

نمبر ۲۶۔ صحیح بخاری باب اذالم یتم السجود میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں رکوع و سجود کو پوری طرح ادا نہیں کر رہا ہے۔ تو فرمایا مَا صَلَّیْتَ لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰی غَیْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ۔

یعنی تو نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تو اسی حالت میں مرجاتا تو تیری موت محمد ﷺ کی سنت پر نہ ہوتی۔

خلاصہ :- اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے جو صحابہ کرامؓ کا تھا۔ کیا ہمارا بھی وہی عمل ہے جو صحابہ کرامؓ کا تھا۔ ہرگز نہیں ہمارے اور ان کے عقیدہ و عمل میں زمین و آسمان کا فرق پیدا ہوگیا آیئے ہم سب مل کر سنت پر عمل کریں تاکہ ہماری آخرت سنور جائے۔

نمبر ۲۷۔ آپؐ نے ایک خاص ضرورت کے لیے انگوٹھی بنوائی اور پہنی۔ تو سب نے انگوٹھیاں بنوالیں اور پہن لیں۔ جب آپ نے اتاری تو سب نے اتار کر پھینک دیں۔ (بخاری)

نمبر۲۸۔ بعض صحابہ کا ذکر ہے کہ جہاں کہیں آپ سفروں میں اترے۔ یا قضائے حاجت کی۔ تو وہ بلا ضرورت وہاں اترے یا قضائے حاجت کی۔ (ابوداؤد)

نمبر۲۹۔ ایک مرتبہ آپ نعلین پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے اثنائے نماز کسی ضرورت سے نعلین اتار دیئے۔ تو انہوں نے بھی آپ کو اتارتے ہوئے دیکھ کر اپنے نعلین (جوتے) اتار دیئے۔ (ابوداؤد)

نمبر۳۰۔ ایک صحابی نے آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ کے کرتہ کا تکمہ کھلا ہوا تھا تو انہوں نے بھی اپنا تکمہ کھلا رکھا۔ (ابوداؤد)

نمبر۳۱۔ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ گھوڑے پر سوار ہو کر ہنسے۔ وجہ دریافت کرنے پر آپ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس جگہ گھوڑے پر سوار ہو کر اسی طرح ہنستے دیکھا۔

نمبر۳۲۔ ایک سفر میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مقام پر راہ سے ہٹ کر چلنے لگے ان سے دریافت کیا گیا تو کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔ اسی طرح عبداللہ بن عمرؓ ہمیشہ مابین مکہ و مدینہ ایک درخت کے نیچے جا کر (جب سفر میں ہوتے) قیلولہ کرتے اور کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ (مصباح الزجاجہ)

نمبر۳۳۔ سنن نسائی میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مکہ اور مدینہ کے درمیان (سفر میں) تھے عشاء کی نماز دو رکعتیں پڑھیں پھر ایک وتر پڑھا جس میں سورۃ نساء کی سو آیتیں پڑھیں پھر فرمایا کہ میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی بلکہ میں

نے اپنا قدم وہیں رکھا جہاں آپ کے قدم مبارک تھے یعنی میں نے وہی کام کیا جو آپ نے کیا تھا۔

اختلافات کا حل اتباع سنت میں ہے

سورۃ النساء ۵۹ میں ہے فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لے جاؤ۔ اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد قرآن کریم ہے اور الرسولؐ سے مراد حدیث رسولؐ ہے یہ تنازعات کے ختم کرنے کے لیے ایک بہترین اصول بتلا دیا گیا ہے۔ اصحاب رسولؐ اسی اصول کے مطابق فیصلہ کرتے تھے مثال کے طور چند واقعات غور سے سیے۔

پہلا واقعہ :۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپؐ کی وفات پر اختلاف ہوا کہ آپ نے وفات پائی ہے یا کہ نہیں حضرت عمرؓ نے کہا وَاللَّهِ مَا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سورہ آل عمران کی آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ...

اس آیت کے سننے کے بعد سب کو یقین ہوگیا کہ آپ رحلت فرما چکے ہیں۔ اختلاف جاتا رہا۔

دوسرا واقعہ :۔ صحابہ کے مابین یہ اختلاف ہوا کہ آپ کو غسل کس طرح دیا جائے کپڑے اتار کر یا کپڑوں سمیت' حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا

اِغْسِلُوا نَبِيَّكُمْ وَعَلَيْهِ قَمِيْصُهٗ فَغُسِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ قَمِيْصِهٖ۔

کہ نبیؐ کو غسل اس حال میں دو کہ آپ کپڑے پہنے ہوئے ہوں تو آپ کو کرتے سمیت غسل دیا گیا۔

تیسرا واقعہ :- کہ آپؐ کو دفن کہاں کیا جائے کسی نے بیت المقدس میں کہا کسی نے کہا کہ مکہ مکرمہ میں دفن کیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا مَامَاتَ نَبِیٌّ اِلَّا دُفِنَ حَيْثُ يُقْبَضُ۔ یعنی جس جگہ نبی ﷺ کی روح نکلتی ہے اسی جگہ نبی ﷺ کو دفن کیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی وجہ سے صحابہ کا اختلاف دور ہوگیا۔

چوتھا واقعہ :- آپ کے انتقال مبارک کے بعد یہ ہوا کہ آپ کا خلیفہ کون ہو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حدیث سنائی اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ (بخاری) لہٰذا قریش میں سے ابوبکرؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا حدیث نے اختلاف ختم کردیا۔

ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے قول و فعل کو تمام اقوال و افعال پر مقدم کرنا ہی خلفاء راشدین کا طریقہ تھا۔ اور دیگر صحابہ کرامؓ بھی آپ کی سنت ہی کو مقدم رکھتے تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جب شامیوں کو حج تمتع کا فتویٰ دیا۔ تو کسی نے کہا کہ آپ کے ابا جان تو منع کرتے تھے تو ابن عمرؓ نے کہا اَمْرُ اَبِیْ يُتَّبَعُ اَمْ اَمْرُ النَّبِیِّ ﷺ (ترمذی) یعنی میرے ابا جان کی اتباع واجب ہے یا آنحضرت ﷺ کی۔ معلوم ہوا کہ ہر پیش آنے والے کام میں آنحضرت

ﷺ کی سنتوں کو مدنظر رکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

سنت کی تعریف

سنت کا لغوی معنی طریقہ یا راستہ ہے (خواہ اچھا ہو یا برا) ابن ماجہ میں حضرت ابو جحیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اچھا طریقہ جاری کیا (یعنی سنت رسول کے مطابق) اس پر عمل کیا گیا تو جاری کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا اور جس نے کوئی برا طریقہ ایجاد کیا تو اس پر عمل کرنے والوں پر بوجھ ہوگا اور جاری کرنے والے پر بھی بوجھ ہوگا۔

شرعی اصطلاح میں سنت کا مطلب رسول اکرم ﷺ کا طریقہ ہے

بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَقَالَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّهَا سُنَّةٌ سورت فاتحہ پڑھی اور کہا کہ میں نے اس لیے پڑھی ہے تاکہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔ (یعنی آپ کا طریقہ ہے)

سنت کی تین قسمیں ہیں

(۱) سنت قولی یعنی رسول اکرم ﷺ کا زبانی ارشاد مبارک سنت قولی کہلاتا ہے مثلاً" صحیح مسلم میں ہے آپ نے فرمایا اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اِنْ لَّا يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ اگر کھانا کھاتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو شیطان اس کھانے کو اپنے لیے حلال سمجھ لیتا ہے۔ یہ حدیث قولی ہے

(۲) سنت فعلی آپؐ کے عمل مبارک کو سنت فعلی کہتے ہیں مثلاً" ابوداؤد میں ہے كَانَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا اِذَا قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ فَاِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ۔ جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ ہماری صفیں درست فرماتے۔ جب ہم سیدھے کھڑے ہو جاتے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرماتے۔ یہ آپؐ کی فعلی حدیث ہے

(۳) سنت تقریری (جیسے ہے ویسے ہی برقرار رکھنا) رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں جو کام کیا گیا ہو دیکھ کر آپ نے خاموشی فرمائی ہو یا اس پر اظہار پسندیدگی کیا ہو اسے تقریری حدیث کہتے ہیں مثلاً"

ترمذی اور ابوداؤد میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو فجر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا صبح کی نماز تو دو رکعتیں ہیں تو اس نے کہا کہ میں نے فرض نماز سے قبل کی دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں لہٰذا وہ اب پڑھی ہیں فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آپ نے خاموشی اختیار کی۔

نوٹ :- آپ کی خاموشی اجازت کی دلیل ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے رکوع سے سر مبارک اٹھا کر فرمایا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ تو مقتدیوں میں سے ایک شخص نے کہا رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے پوچھا یہ کلمات کہنے والا کون تھا عرض کی میں تھا تو آپ نے فرمایا تیس سے زیادہ فرشتے یہ کلمات لکھنے میں سبقت کرتے میں نے دیکھے۔

نوٹ :- حدیث کی تینوں قسمیں شریعت میں حجت ہیں۔

سنت قرآن کریم کی روشنی میں دین کے معاملہ میں رسول کریم ﷺ کے حکم کی اطاعت فرض ہے

(۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ۔ (سورہ انفال ' ۲۰)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور بات سن لینے کے بعد اس سے منہ نہ موڑو۔

(۲) مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورہ النساء ' ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔

(۳) وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (سورہ النساء ' ۶۴)

ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے وہ اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی

اطاعت کی جائے۔

(۴) يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا اَعْمَالَكُمْ (سورہ محمد ۳۳)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو (اور اطاعت سے منہ موڑ کر) اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔

(۵) وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ (الحشر، ۷)

جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے تم کو روک دیں اس سے رک جاؤ۔

رسول مکرم ﷺ کی اطاعت اور اتباع کامیابی کی ضمانت ہے

(۱) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُونَ۔ (سورہ نور، ۵۲)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں اللہ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں وہی کامیاب ہیں۔

(۲) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۔ (احزاب، ۷۱)

جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے بڑی کامیابی حاصل

کی۔

اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے مطابق کیے گئے اعمال کا بھرپور اجر و ثواب ملے گا

(۱) وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۔ (الحجرات، ۱۴)

اگر تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہارے اعمال کے اجروثواب میں اللہ کوئی کمی نہیں کرے گا۔

گناہوں کی مغفرت رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ساتھ مشروط ہے

(۱) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (آل عمران، ۳۱)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دو۔ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا۔

اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے لوگ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے

(۱) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔ (سورہ النساء، ٦٩)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ؐ کی اطاعت کریں گے وہ (قیامت کے دن) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ ان لوگوں کی رفاقت کتنی اچھی ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لانے کے باوجود بعض لوگ عملاً" اللہ اور رسول ﷺ کا حکم نہیں مانتے ایسے لوگ مومن نہیں

(۱) وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (سورہ النور، ۴۷)

لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اطاعت قبول کی ہے پھر (اقرار کے بعد) ان میں سے ایک گروہ (اطاعت سے) منہ پھیر لیتا ہے ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں۔

اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت نہ کرنے کا نتیجہ باہمی انتشار اور لڑائی جھگڑے ہیں

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (سورہ التوبہ ۴۶)

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہوجائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ کے حکم کی موجودگی میں کسی دوسرے کے حکم پر عمل کرنے کی دین اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی صریح گمراہی ہے

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۔ (سورۃ احزاب ۳۶)

کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کردے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔

اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے کی سزا جہنم اور رسوا کن عذاب ہے

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ (سورۃ النساء ۱۴)

جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے گا اسے اللہ آگ میں ڈالے گا اور اسے رسوا کن عذاب ہوگا۔

"سنت کی فضیلت"

سنت کی اتباع کرنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے

(۱) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى قِيْلَ وَمَنْ اَبٰى قَالَ مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى۔

آپؐ نے فرمایا میری امت کے سارے لوگ جنت میں جائیں گے، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا۔ عرض کیا گیا۔ انکار کس نے کیا۔ آپ نے فرمایا۔ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

(۲) رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا بُنَیَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِیَ وَلَیْسَ فِیْ قَلْبِکَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ یَا بُنَیَّ وَذٰلِکَ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ

حضرت انسؓ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بیٹے اگر تو اس حال میں صبح اور شام کر سکے کہ تیرے دل میں کسی کے خلاف کینہ نہ ہو تو ایسا ضرور کر پھر فرمایا اے بیٹے یہ میری سنت ہے اور جس نے میرے طریقے سے محبت کی۔ اس نے گویا مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

سُنّت رسول ﷺ کو دوسروں تک پہنچانے والوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کی دعائیں

رَوَاہُ ابْنُ مَاجَہ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدِاللّٰہِؓ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَاً سَمِعَ مِنَّا حَدِیْثًا فَبَلَّغَہٗ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَحْفَظُ مِنْ سَامِعٍ۔

آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس آدمی کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی اور اسے (جوں کا توں) آگے پہنچا دیا (کیونکہ) اکثر پہنچانے والے سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔

"سنت کی اہمیت"

زیادہ ثواب حاصل کرنے کے ارادے سے سنت رسول اللہ ﷺ کو ناکافی سمجھ کر غیر مسنون طریقوں پر محنت اور مشقت کرنا آپ ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ وہی عمل قابل ثواب ہے جو سنت رسول ﷺ کے مطابق ہو

(۱) بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ کہ تین صحابی ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کی عبادت کے بارے میں سوال کرتے ہیں جب انہوں نے بتلایا۔ تو ان صحابیوں نے اپنے آپ کو بہت کم سمجھا کہ آپ ﷺ معصوم ہو کر اتنی زیادہ عبادت کرتے ہیں لہذا ہمیں آپ ﷺ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔

ایک نے کہا میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا آرام نہیں کروں گا دوسرے نے کہا۔ میں ہمیشہ روزہ ترک نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں نکاح نہیں کروں گا۔

آپ ﷺ نے ان تینوں کو بلایا اور فرمایا اَمَا وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ وَاَتْقَاکُمْ لَہٗ لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔

خبردار اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ

پرہیزگار ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں ترک بھی کرتا ہوں' رات کو قیام بھی کرتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں۔ عورتوں سے نکاح بھی کیے (یاد رکھو) جس نے میری سنت سے منہ موڑا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲) بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے آپ ﷺ نے کوئی کام کیا اور لوگوں کو بھی رخصت دی لیکن کچھ لوگوں نے رخصت لینے سے پرہیز کیا آپؐ کو پتا چلا آپ نے لوگوں کو بلاکر خطبہ دیا اور فرمایا کیا وجہ ہے جو کام میں کرتا ہوں کچھ لوگ اس سے پرہیز کرتے ہیں اللہ کی قسم میں لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی منشا اور مرضی سے زیادہ واقف ہوں اور لوگوں کی نسبت زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ (یعنی تم لوگ مجھ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے احکامات نہ جان سکتے ہو اور نہ ہی مجھ سے بڑھ کر زیادہ متقی بن سکتے ہو)

جو عمل سنت رسول ﷺ کے مطابق نہ ہو وہ اللہ کے ہاں قبول نہیں ہے

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

یعنی جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کی بنیاد شریعت میں نہیں وہ کام مردود ہے۔

رسول مکرم ﷺ کے مقابلے میں کسی نبیؑ یا ولی' محدث یا فقیہہ امام یا عالم کی اتباع کا تصور سراسر گمراہی ہے

مسند احمد و بیہقی میں حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم یہودیوں سے کچھ باتیں سنتے ہیں جو ہمیں اچھی لگتی ہیں کیا ان کی اچھی باتیں لکھ لیا کریں فرمایا کیا تمہیں اپنے دین میں شک ہے۔ جس طرح یہود و نصاریٰ اپنے دین کے بارے میں شک میں پڑگئے تھے لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً وَلَوْ كَانَ مُوسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهُ اِلَّا اتِّبَاعِيْ۔

حالانکہ میں ایک واضح اور روشن شریعت لے کر آیا ہوں اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے۔ تو میری پیروی کیے بغیر ان کے لیے بھی کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔

فرمان رسول اللہ ﷺ کو نظر انداز کرنا' اجر عظیم سے محرومی کا باعث ہے

ترمذی میں حضرت عباسؓ اس حدیث کو بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن رواحہؓ کو ایک لشکر کے ساتھ جہاد پر جانے کا حکم دیا وہ جمعہ کا دن تھا عبداللہ کے ساتھی صبح صبح روانہ ہوگئے لیکن عبداللہ بن رواحہؓ نے سوچا کہ میں

آپؐ کے پیچھے جمعہ پڑھ کر لشکر سے جا ملوں گا۔ آپ نے پوچھا کہ اے عبداللہ تم ساتھیوں کے ساتھ صبح سویرے سفر میں کیوں نہ گئے۔ عرض کی کہ میں نے سوچا کہ جمعہ پڑھ کر جاؤں (تاکہ زیادہ ثواب ہو) فَقَالَ لَوْ اَنْفَقْتَ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَا اَدْرَکْتَ فَضْلَ غَدْوَتِهِمْ

فرمایا اے عبداللہ اب اگر ساری دنیا کی دولت بھی خرچ کردو تو صبح صبح نکلنے والے لوگوں کے درجے کو کبھی بھی نہیں پاسکو گے۔

رسول مکرم ﷺ کا حکم نہ ماننے پر دنیا میں عبرتناک سزا

امام مسلم نے حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ کہ اِنَّ رَجُلًا اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہ ﷺ بِشِمَالِهٖ فَقَالَ کُلْ بِیَمِیْنِکَ قَالَ لَا اَسْتَطِیْعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتَ مَا مَنَعَهٗ اِلَّا الْکِبْرُ قَالَ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰی فِیْهِ

ایک آدمی نے آپؐ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا تو آپ نے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس نے جواب دیا میں ایسا نہیں کرسکتا تو آپ نے فرمایا (اللہ کرے) تجھ سے ایسا نہ ہوسکے۔ اس شخص نے تکبر کی وجہ سے یہ بات کہی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ وہ شخص عمر بھر اپنا دایاں ہاتھ منہ تک نہ اٹھا سکا۔

سُنّت کا احترام

صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے قول یا فعل کے خلاف کسی قسم کی بات سننا یا اسے معمولی سمجھنا سخت ناپسند فرماتے تھے

(۱) امام احمدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کوئی شخص اپنی بیوی کو مسجد میں آنے سے نہ روکے عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے نے کہا ہم تو روکیں گے فَقَالَ عَبْدُاللّٰہِ اُحَدِّثُکَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَتَقُوْلُ ھٰذَا قَالَ فَمَا کَلَّمَہٗ عَبْدُاللّٰہِ حَتّٰی مَاتَ۔

عبداللہؓ نے کہا کہ میں تیرے سامنے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تو اس کے جواب میں یوں کہتا ہے اسی وجہ سے عبداللہؓ نے وفات تک اپنے بیٹے سے بات نہ کی۔

(۲) ابن ماجہ میں عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ ان کا بھتیجا پہلو میں بیٹھا کنکریاں پھینک رہا تھا حضرت عبداللہؓ نے اسے منع کیا اور کہا کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے نہ تو شکار ہوسکتا ہے اور نہ ہی دشمن کا کوئی نقصان ہوسکتا ہے۔ وَاِنَّھَا تَکْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَیْنَ۔ البتہ اس سے کسی کا دانت ٹوٹ سکتا ہے یا آنکھ پھوٹ سکتی ہے مگر بھتیجے نے دوبارہ کنکریاں پھینکنا شروع کردیں تو عبداللہؓ نے کہا فَقَالَ اُحَدِّثُکَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَھٰی عَنْھَا ثُمَّ عُدْتَّ تَخْذِفُ لَا اُکَلِّمُکَ اَبَدًا ۔

میں نے تجھے بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور تم

پھر وہی کام کر رہے ہو۔ لہذا میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔

(۳) صحیح مسلم میں عمران بن حسینؓ سے روایت ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّهٗ۔ آپ ﷺ نے فرمایا حیا تو ساری کی ساری بھلائی ہے بشیر بن کعب نے کہا ہم نے بعض کتابوں میں یا دانائی کی باتوں میں پڑھا ہے کہ حیا کی ایک قسم تو اللہ کے حضور سکینت اور وقار ہے جب کہ دوسری قسم بودا پن اور کمزوری ہے یہ سن کر صحابی رسولؐ حضرت عمرانؓ کو سخت غصہ آیا آنکھیں سرخ ہوگئیں وَقَالَ اَلَا اَرَانِیْ اُحَدِّثُکَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَتُعَارِضُ فِیْهِ اور کہا کہ میں تمہارے سامنے حدیث رسولؐ بیان کررہا ہوں اور تو اس کے خلاف بات کرتا ہے... میں تمہیں سزا دوں گا۔

دین اسلام کی حقیقت اور صالح اعمال

اذان کے وقت ذکر چھوڑ دو

(۱) نبی ﷺ سیدہ عائشہؓ کے پاس بیٹھے محبت و پیار کی باتوں میں مصروف ہیں جونہی اذان کی آواز سنتے ہیں تو فوراً اٹھ کھڑے ہوتے ہیں گویا کسی کو پہچانتے ہی نہیں سیدہ عائشہؓ عرض کرتی ہیں اے اللہ کے رسولؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ اتنے بے چین کیوں ہوگئے ہیں آپ ناراض تو نہیں، فرمایا عائشہؓ ناراض نہیں اب اس ہستی کے سامنے حاضری کا وقت ہے جس کی محبت سب پر

غالب ہے۔

بے شک آپ ذکر الٰہی میں مشغول ہیں۔ لیکن جب اذان کی آواز کان میں پڑے۔ اب ذکر چھوڑو۔ اور خاموش ہوکر موذن کی آواز سنو۔ تو اس کا جواب دو۔ اب ذکر کا ثواب نہ ہوگا اس لیے کہ حضورؐ کا حکم ہے ثواب اس عمل پر ہے جو آپ کی اتباع میں ہو۔

(۲) صالح اعمال وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اتباع میں ہوں اگر آپؐ کی اطاعت کے علاوہ کسی اور کے کہنے پر یا اپنی مرضی سے کوئی عمل کیا جائے تو وہ عنداللہ قبول نہیں ہوگا مثال کے طور پر

اذان میں اضافہ

(الف) اذان کے آغاز میں چار مرتبہ "اللہ اکبر" کہا جاتا ہے اگر دنیا کا کوئی علامہ' ولی' امام پانچ مرتبہ اللہ اکبر کہے یا کہلوائے تو وہ حضورؐ کی اطاعت سے خارج ہوگا گنہگار اور نافرمان ہوگا اس لیے یہ عمل حضورؐ سے ثابت نہیں جس قدر حضورؐ سے ثابت ہے اسی پر اکتفا کرنا پڑے گا وگرنہ اللہ اکبر کے الفاظ غلط ہیں نہ مطلب غیرصحیح ہے جب چار مرتبہ سے زاید اللہ اکبر پڑھانے کی اجازت نہیں ہے تو ہر اذان سے پہلے صلوۃ و سلام پڑھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

کلمہ طیبہ میں کمی

(ب) کلمہ طیبہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصہ توحید پر ہے اور دوسرا حصہ رسالت کا۔ دونوں جزئیں جب تک ذکر نہ کی جائیں تب تک ایمان مکمل نہیں

ہوتا۔ لیکن اذان کے آخر میں حضور ﷺ کے دور اقدس سے لے کر آج تک کسی کو جرات نہ ہوئی کہ وہ پورا کلمہ پڑھ لیتا اس لیے حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ اور حضرت ام مکتومؓ کو جس اذان کی تعلیم دی وہ "اذان کے اختتام پر" آدھے کلمہ پر مشتمل ہے۔

آج اگر کوئی عشق رسولؐ کا لیبل لگا کر اذان میں آپؐ کا نام بڑھا لے تو اسے شرعی مجرم اور بدعتی کہا جائے گا اس لیے کہ دین وہ ہے جو حضور ﷺ اور آپ کی جماعت صحابہ کرامؓ سے ثابت ہو۔ کون ہے جو صحابہ کرام جیسی محبت کا مدعی بن سکے۔

بسم اللہ کا اضافہ

(ج) پورے قرآن میں ہر سورۃ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی ہے لیکن سورۃ توبہ سے پہلے نہیں ہے حضرت عثمانؓ نے جب متعدد نسخے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلائے تو وہاں کسی نے کہا یا حضرت کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ اپنی قلم سے سورۃ توبہ کی ابتداء میں بسم اللہ لکھ دیتے آپؐ نے فرمایا بلاشبہ بسم اللہ بہترین آیت ہے لیکن میں کیسے لکھ سکتا ہوں جب کہ حضور ﷺ نے نہیں لکھوائی۔

مگر آج بدعت شعار لوگ (اللہ ان کو ہدایت نصیب کرے) ایسے بھی ہیں جو دل میں آئے۔ دین میں اضافہ کرتے چلے جا رہے ہیں ان سے کوئی پوچھنے والا ہی نہیں اگر دریافت کی جائے تو کہتے ہیں حرج کیا ہے یہ کام تو ہمارے فلاں بزرگ

کرتے ہیں (معاذ اللہ) حدیث رسولؐ کے مقابلہ میں بزرگ کی کیا اہمیت ہے۔

سوال :- لاالہ الا اللہ کا ذکر "یا" آیت کریمہ اجتماعی شکل میں پڑھنا درست ہے یا کہ نہیں؟

جواب :- دراصل ذکر یا وظیفہ وہی عنداللہ قابل قبول ہے جو آپؐ کے طریقے کے مطابق ہو آپؐ نے وہ ذکر کیا ہو یا کرنے کا حکم دیا ہو "دارمی" کے حوالہ سے ہم عبداللہ بن مسعودؓ سے ہم ایک روایت نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوگا کہ عبادت میں اپنی طرف سے تھوڑا سا دخل دینا قابل ملامت ہے بجائے ثواب کے عذاب کا اندیشہ ہے کیونکہ دین میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کو ابوموسیٰ اشعریؓ نے خبر دی کہ میں نے مسجد میں ایک نئی چیز دیکھی ہے۔ پوچھا کیا دیکھا ہے۔ کہا اگر آپ زندہ رہے تو معائنہ کرلیں گے۔ پھر کہا کہ میں نے مسجد میں کچھ لوگ دیکھے ہیں جو حلقہ باندھے ہوئے کنکروں پر سو مرتبہ تکبیر' سو مرتبہ تسبیح اور سو مرتبہ لاالہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔

عبداللہ بن مسعودؓ نے ان کو روکا کہ تم کس قدر جلدی سے ہلاکت کی طرف جارہے ہو نبی ﷺ کے ابھی کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے اور صحابہ کثرت سے موجود ہیں تم وہ کام کرتے ہو جو آپؐ نے نہیں کیا انہوں نے کہا اے عبداللہؓ ہمارا ارادہ خیر کا ہے فرمایا بہت سے خیر کا ارادہ رکھنے والے خیر کو نہیں پہنچیں گے۔ (کیونکہ خیر صرف اتباع سنت میں ہے)

اصحاب رسول اللہ ﷺ کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ دین نبوی ﷺ میں

تبدیلی نہ کی جائے۔ جس طرح اور جس محل میں رسول اللہ ﷺ نے کوئی بات بتلائی ہے وہ اسی طرح اسی محل میں رہے۔

ترمذی باب مَایَقُوْلُ الْعَاطِسُ اِذَا عَطَسَ میں حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عمرؓ کے پاس چھینک لی اور کہا الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ اس پر ابن عمرؓ نے فرمایا یہ محل اس کلمے کا نہیں اس محل پر آپؐ نے ہمیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہنے کی تعلیم دی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم میت کی روٹی پر ختم پڑھ کر کیا گناہ کرتے ہیں قرآن ہی پڑھتے ہیں نا! ایسے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ جس شخص نے وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ کہا تھا اس نے کیا جرم کیا تھا خرابی یہ ہے کہ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ٹھیک اسی طرح ختم مروجہ کو سمجھ لینا چاہیے۔ کیا آپ سوچتے نہیں مغرب کے تین فرض ہیں کیا چار پڑھ سکتے ہیں "ہرگز ہرگز نہیں"

اسی طرح رکوع و سجود میں قرآن مجید کے پڑھنے میں کیا حرج ہے مگر یہ فعل ناجائز ہے کیونکہ آپؐ نے بحالت رکوع و سجود قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دس روپے کے نوٹ پر بیس لکھ کر بازار لے جائے تو بجائے زیادہ ملنے کے اصل رقم بھی ضائع ہو جائے گی۔ کیونکہ حکومتی مہر یا شاہی حکم میں تبدیلی کی۔ ٹھیک اسی طرح شرعی حکم میں ذرا سا فرق پڑنے سے وہ بجائے ثواب کے عذاب ہو جاتا ہے۔

اے میرے امتیو! جو کچھ ہے وہ ہمارے حکم میں ہے

اللہ تعالیٰ نے حج بڑی عجیب و غریب عبادت فرض قرار دی ہے۔ اگر آپ حج کی عبادت پر غور و فکر کریں تو یہ نظر آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ پر قاعدوں کے بت توڑے ہیں۔ اب دیکھیں کہ بیت اللہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ بیت اللہ شریف میں ہی نماز کی افضلیت کا حکم ہے یا کہ سارے حرم شریف میں' بظاہر تو پورے حرم شریف میں نماز کی افضلیت معلوم ہوتی ہے۔) لیکن آٹھ ذی الحجہ کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ مسجد حرام کو چھوڑ دو۔ اور منیٰ میں جاکر پڑاؤ ڈالو۔ وہاں حرم محترم ہے' نہ کعبہ' اور نہ وہاں پہ کوئی کام' نہ وقوف ہے۔ رمی جمرات ہے۔ بس یہ حکم دے دیا کہ ایک لاکھ نمازوں کا ثواب چھوڑو اور منیٰ کے جنگل میں جاکر پانچ نمازیں ادا کرو۔

یہ سب کیوں ہے؟ اس لیے کہ یہ بتانا مقصود ہے کہ نہ کعبہ میں کچھ رکھا ہے اور نہ حرم میں کچھ رکھا ہے جو کچھ ہے وہ ہمارے حکم میں ہے۔ جب ہم نے کہہ دیا کہ مسجد حرام میں جاکر نماز پڑھو' تو اب ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملے گا۔ اور جب ہم نے کہہ دیا کہ مسجد حرام کو چھوڑو۔ اب اگر کوئی شخص مسجد حرام میں نماز پڑھے گا تو ایک لاکھ نمازوں کا ثواب تو کیا ملے گا۔ بلکہ الٹا گناہ ہوگا۔ اس لیے کہ اس نے ہمارے حکم کو توڑ دیا۔

نماز اپنی ذات میں مقصود نہیں

قرآن و سنت میں نماز وقت پر پڑھنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ فرمایا کہ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا (سورۃ النساء' ۱۰۳)

نماز کو وقت کے ساتھ پابند کیا گیا ہے۔ لیکن میدان عرفات میں مغرب کی نماز اگر وقت پر پڑھو گے تو وہ نماز نہ ہوگی۔ نبی ﷺ مغرب کے وقت عرفات کے میدان سے نکل رہے ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بار بار وقت عرض کر رہے ہیں کہ الصلوۃ یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا اَلصَّلٰوةُ اَمَامَكَ یعنی نماز آگے پڑھیں گے۔

سبق یہ دیا جارہا ہے کہ یہ مت سمجھ لینا کہ مغرب کے وقت میں کچھ رکھا ہے۔ پیارے بھائیو! جو کچھ ہے وہ اللہ کے حکم میں ہے یعنی جب ہم (اللہ) نے کہا کہ نماز وقت پر پڑھو تو وقت پر پڑھنا ثواب تھا اور جب ہم نے کہا کہ مغرب کو اس کے وقت پر نہیں پڑھنا بلکہ مغرب کو عشاء کے ساتھ پڑھنا ہے تو اب تمہارے ذمہ یہی فرض ہے کہ مغرب کو وقت پر نہ پڑھو۔ اور جب ہم نے کہا کہ عصر کو وقت پر نہیں پڑھنا اسے ظہر کے ساتھ پڑھو اب عصر کو وقت پر پڑھنے میں ثواب نہ ہوگا کیونکہ ہمارا حکم ہے عصر کی نماز میں تقدیم کرادی اور مغرب میں تاخیر کرادی ۔ ہر کام الٹا کرایا جارہا ہے اور تربیت اس بات کی دی جارہی ہے کہ کسی چیز کو اپنی ذات میں مقصود نہ سمجھنا۔ نہ نماز اپنی ذات میں مقصود ہے نہ

روزہ اپنی ذات میں مقصود ہے۔ نہ کوئی اور عبادت اپنی ذات میں مقصود ہے۔ دراصل مقصود صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت ہے۔

افطار میں جلدی کیوں؟

یہ جو حکم دیا گیا کہ روزہ افطار کرنے میں جلدی کرو سورج غروب ہونے کے بعد تاخیر کرنا ناجائز ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اب تک تو بھوکا رہنا اور نہ کھانا باعث ثواب تھا۔ پیاسا رہنا باعث ثواب تھا لیکن جب ہم نے کہہ دیا کہ کھاؤ تو اب کھانے میں تاخیر کرنا گناہ ہے کیونکہ ہمارا حکم ہے۔

سحری میں تاخیر کیوں؟

سحری کو آخری وقت میں کھانا افضل ہے۔ اگر کوئی شخص بہت پہلے سحری کھا کر سوجائے تو یہ فعل خلاف سنت ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص بہت پہلے سحری کھاکر سوگیا تو اس نے اپنی طرف سے روزے کی مقدار میں اضافہ کردیا۔ اس کا یہ فعل حضورؐ کی اتباع میں نہیں رہا بلکہ اس کی اپنی مرضی ہوگی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ دین نام ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا۔

اسوہ حسنہ اور ہمارا طرز عمل

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

بے شک حضور علیہ السلام کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

یہ آیت اگرچہ عرب کی سرزمین پر اتری ہے مگر خطاب کے لحاظ سے روئے

زمین پر رہنے والے سب مسلمانوں کے لیے یکساں طور پر مفید ہے کیونکہ حضور ﷺ کی ہر شان میں جامعیت ہے۔ اس لیے آپ کی سیرت میں بھی وہی جامعیت موجود ہے۔ شہر کی کسی منڈی میں آپ چلے جائیں وہاں امیر کو سودا ملے گا۔ غریب محروم رہ جائے گا۔ مگر سرور کائنات کی سیرت کے پہلو یا کردار میں ہر امیر و غریب اور بے نوا و تونگر کے لیے ہر وقت سیرت کا نمونہ موجود ہے۔

یتیموں کو عبداللہ کے یتیمؐ کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ آپؐ نے دور طفولیت میں کس انداز سے زندگی بسر فرمائی۔ بڑے ہوئے تو بکریاں چرانے سے انکار نہ کیا نوجوانوں کو آپؐ کے کردار کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ کہ جن کا حسن اس قدر شہرہ آفاق تھا۔ کہ چودھویں کے چاند کی کیا طاقت کہ مقابلہ کر سکے مگر تقویٰ و طہارت اس قدر کہ پورے مکہ معظمہ میں ایک شخص بھی بے محل نگاہ اٹھ جانے کا شکوہ زبان پر نہیں لاتا۔

مظلومو! بازار طائف میں کلمہ حق کے اظہار کی خاطر زخمی ہونے والے مظلوم کے حالات پڑھو۔

علماء کرام! مُعَلِّمُ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ کی مشفقانہ زندگی کو غور سے دیکھو۔

اولیاء کرام! اصحاب صفہ کے ساتھ بیٹھ کر ذکر الٰہی کرنے والے کے حالات کا مطالعہ کرو۔

مہاجرین حضرات! کفر کی چمکتی ہوئی تلواروں کے درمیان سے تشریف لے

جانے والے محبوب کی زندگی کو زیر غور لاؤ۔

اے تاجرو! تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف تجارت کا سفر کرنے والے محبوب الٰہی کے طرز عمل کو اپناؤ۔

تبلیغ کرنے والو! کوہ فاران کی چوٹیوں پر چڑھ کر احکام الٰہی کی ترجمانی کرنے والے مبلغ کے انداز تبلیغ کو دیکھو۔

اے فاتحین! الیوم یوم الملحمة کے الفاظ سن کر یوم المرحمة کہنے والے کے قلب و جگر کی وسعت کو دیکھ کر عدل اور انصاف کو اپناؤ۔

بہرحال حضور علیہ السلام نے بحیثیت ایک مصلح کے اٹھنا' بیٹھنا سکھایا' چلنا پھرنا سکھایا۔ رونا اور ہنسنا سکھایا۔ سونا اور جاگنا سکھایا۔ پیشاب اور پاخانہ کے آداب کو سکھایا۔ ملاقات کرنے کے طریقے سکھلائے۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا طریقہ

حضرات! بڑے لوگوں کو ملنے کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے۔ کوئی ہوائی جہاز پر سفر کرتا ہے۔ کوئی ریل گاڑی پر۔ مگر اللہ تعالیٰ کو ملنے کے لیے نہ موٹر کی ضرورت ہے نہ گاڑی کی' اللہ تعالیٰ اگر ملتا ہے تو مصطفےٰ کریم ﷺ کی اتباع اور اطاعت میں۔

انسان نمونے کا محتاج ہے

سوال یہ ہے؟ کہ نمونے کی ضرورت کیا ہے؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمادی تھی' ہم اس کو پڑھ کر اس کے احکام پر عمل کر لیتے؟

بات دراصل یہ ہے کہ نمونے سمجھنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ انسان کی فطرت اور جبلت یہ ہے کہ صرف کتاب اور اس کا کوئی فن۔ کوئی علم و ہنر سکھانے کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ کتاب کو سکھانے کے لیے کسی مربی کے عملی نمونے کی ضرورت ہوتی ہے جب تک نمونہ سامنے نہیں ہوگا اس وقت تک محض کتاب پڑھنے سے کوئی علم یا فن نہیں آئے گا یہ چیز اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں داخل فرمائی ہے۔

ڈاکٹر کے لیے "ہاؤس جاب" لازم کیوں؟

ایک انسان اگر یہ سوچے کہ میڈیکل سائنس پر کتابیں لکھی ہوئی ہیں میں ان کتابوں کو پڑھ کر مریضوں کا علاج شروع کردوں۔ پڑھنا بھی جانتا ہے' سمجھ دار بھی ہے' ذہین بھی ہے اور س نے کتابیں پڑھ کر علاج شروع کردیا تو وہ سوائے قبرستان آباد کرنے کے کوئی اور خدمت انجام نہیں دے گا۔

چنانچہ دنیا بھر کا قانون یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کرلی۔ اس کو اس وقت تک عام پریکٹس کرنے کی اجازت نہیں جب تک کہ وہ ایک مدت تک ہاؤس جاب نہ کرے اور جب تک کسی ہسپتال میں کسی ماہر ڈاکٹر کی نگرانی میں عملی نمونہ نہیں دیکھے گا اس وقت تک صحیح ڈاکٹری نہیں کرسکتا۔ اس لیے کہ اس نے اب تک بہت سی چیزوں کو صرف کتاب میں پڑھا ہے۔ ابھی اس کے عملی نمونے اس کے سامنے نہیں آئے۔

اب مرض' کتابی تفصیل کے ساتھ' اس کی عملی صورت مریض کی شکل میں

دیکھ کر اسے صحیح معنی میں علاج کرنا آئے گا اس کے بعد اسے عام پریکٹس کی اجازت دے دی جائے گی۔

تنہا کتاب کافی نہیں

معلوم ہوا کہ انسانی فطرت میں یہ ہے۔ کہ جب تک کسی مربی و معلم کا عملی نمونہ اس کے سامنے نہ ہو۔ اس وقت تک وہ صحیح راستے پر نہیں آسکتا۔ اور کوئی علم و فن صحیح طور پر نہیں سیکھ سکتا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا جو سلسلہ جاری فرمایا وہ درحقیقت اسی مقصد کو بتانے کے لیے تھا کہ ہم نے کتاب تو بھیج دی لیکن اکیلی کتاب تمہاری رہنمائی کے لیے کافی نہیں ہوگی۔ جب تک اس کتاب پر عمل کرنے کے لیے نمونہ تمہارے سامنے نہ ہو' اس لیے قرآن کریم یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے حضور اقدس ﷺ کو اس غرض کے لیے بھیجا ہے کہ تم یہ دیکھو کہ قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کیسے کرنا ہے وہ ہے طریقہ رسولؐ اسی کا نام سنت ہے بغیر حضور ﷺ کی پیروی کے قرآن پر عمل نہیں ہوسکتا۔

اپنے آقا کی سنت نہیں چھوڑ سکتا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے اپنا سفیر بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا۔ حضرت عثمانؓ وہاں جاکر اپنے چچا زاد بھائی کے گھر ٹھہر گئے جب صبح کے وقت مکہ کے سرداروں سے مذاکرات کے لیے گھر سے جانے لگے تو اس وقت حضرت عثمانؓ کا پاجامہ ٹخنوں سے اوپر آدھی پنڈلی تک تھا کیونکہ آپ ﷺ

کی سنت ہے کہ ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا بالکل ناجائز ہے۔

چنانچہ عثمانؓ کے چچا زاد بھائی نے کہا کہ جناب! عربوں کا دستور یہ ہے کہ جس شخص کا ازار اور تہبند جتنا لٹکا ہوا ہو۔ اتنا ہی اس آدمی کو معزز اور بڑا سمجھا جاتا ہے۔ اور سردار قسم کے لوگ اپنی ازار کو لٹکا کر رکھتے ہیں۔ اس لیے اگر آپ اپنی ازار اس طرح اونچی پہن کر ان لوگوں کے پاس جائیں گے تو اس صورت میں ان کی نظروں میں آپ کی وقعت نہیں ہوگی اور مذاکرات میں جان نہیں پڑے گی۔

جب حضرت عثمانؓ نے اپنے بھائی کی باتیں سنیں تو ایک ہی جواب دیا فرمایا

لَا هٰكَذَا اِزَارَةُ صَاحِبِنَا ﷺ ۔

نہیں میں اپنا ازار اس سے نیچا نہیں کرسکتا۔ میرے آقا ﷺ کا ازار ایسا ہی ہے۔

یعنی اب یہ لوگ مجھے اچھا سمجھیں یا برا سمجھیں۔ میری عزت کریں یا بے عزتی کریں۔ جو چاہیں کریں مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ میں تو حضور ﷺ کا ازار دیکھ چکا ہوں اور آپ کا جیسا ازار ہے ویسا ہی میرا رہے گا اسے میں تبدیل نہیں کرسکتا۔

ان احمقوں کی وجہ سے سنت رسول ﷺ چھوڑ دوں

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فاتح ایران' جب ایران میں کسریٰ پر حملہ کیا گیا تو اس نے مذاکرات کے لیے آپ کو اپنے دربار میں بلایا' آپ وہاں تشریف لے

گئے۔ جب وہاں پہنچے تو تواضع کے طور پر پہلے ان کے سامنے کھانا لاکر رکھا گیا۔ کھاتے وقت آپ کے ہاتھ سے ایک نوالہ نیچے گر گیا۔ آپ ﷺ کی سنت یہ ہے کہ اگر نوالہ زمین پر گر جائے تو اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھا لو وہ اللہ کا رزق ہے اور یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے کونسے حصے میں برکت رکھی ہے۔

چنانچہ جب نوالہ نیچے گرا تو حضرت حذیفہؓ کو آپ ﷺ کی حدیث یاد آگئی۔ آپ نے نوالے کو اٹھانے کے لیے نیچے ہاتھ بڑھایا۔ ایک ساتھی نے کہنی مار کر اشارہ کیا کہ کیا کر رہے ہو' یہ تو دنیا کی سپر طاقت کسریٰ کا دربار ہے اگر زمین پر گرا ہوا نوالہ اٹھاؤ گے تو ان لوگوں کے ذہنوں میں تمہاری قدر گر جائے گی۔ اور یہ سمجھیں گے کہ یہ بڑے ندیدہ قسم کے لوگ ہیں اس لیے یہ نوالہ اٹھا کر کھانے کا موقع نہیں ہے آج اس کو چھوڑ دو۔

جواب میں حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے عجیب جملہ ارشاد فرمایا کہ أَأَتْرُكُ سُنَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهٰؤُلَاءِ الْحُمْقٰى۔

کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے سنت رسول اللہ ﷺ چھوڑ دوں یہ اچھا سمجھیں یا برا سمجھیں۔ عزت کریں یا بے عزتی کریں یا مذاق اڑائیں لیکن میں سنت رسول ﷺ نہیں چھوڑ سکتا۔ (تاریخ طبری' ۲۲)

آج مسلمان ذلیل کیوں؟

حضور ﷺ کی سنتوں کی اتباع میں آپ کی سنتوں کی تعمیل میں' صحابہ کرامؓ

نے دنیا بھر میں اپنا لوہا منوایا۔ اور آج ہم پر یہ خوف مسلط ہے کہ اگر فلاں سنت پر عمل کرلیا تو لوگ مذاق اڑائیں گے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ساری دنیا میں آج ہم ذلیل ہو رہے ہیں۔ آج دنیا کی ایک تہائی آبادی مسلمانوں کی ہے۔ آج دنیا میں جتنے مسلمان ہیں۔ اتنے مسلمان اس سے پہلے کبھی نہ تھے۔ آج مسلمانوں کے پاس جتنے وسائل ہیں اتنے وسائل اس سے پہلے کبھی نہ تھے۔

کیا سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تمہاری تعداد تو بہت ہوگی۔ لیکن تم ایسے ہوگے جیسے سیلاب میں بہتے ہوئے تنکے ہوتے ہیں۔ جن کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ آج ہمارا یہ حال ہے کہ اپنے دشمنوں کو راضی کرنے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردیا۔ اپنے اخلاق چھوڑے۔ اپنے اعمال چھوڑے اپنی سیرتیں چھوڑیں۔ اپنے کردار چھوڑے اور اپنی شکل و صورت تک بدل ڈالی۔ سر سے لے کر پاؤں تک ان کی نقل اتار کر یہ دکھا دیا کہ ہم تمہارے غلام ہیں۔ لیکن وہ پھر بھی خوش نہیں ہیں۔ اور روزانہ پٹائی کرتے ہیں یہ ہمیں سنت رسولؐ چھوڑنے کی سزا مل رہی ہے۔

ہنسے جانے سے کب تک ڈرو گے

ہنسے جانے سے جب تک تم ڈرو گے
زمانہ تم پر ہنستا ہی رہے گا

جب تک تم اس بات سے ڈرو گے کہ فلاں ہنسے گا۔ فلاں مذاق اڑائے گا۔ تو زمانہ ہنستا ہی رہے گا۔ اور دیکھ لو کہ ہنس رہا ہے اور اگر تم نے نبی کریم ﷺ

کے قدم مبارک پر اپنا قدم رکھ دیا اور آپ کی سنتوں کی اتباع کرلی تو پھر دیکھو کہ دنیا تمہاری کیسی عزت کرتی ہے۔

صاحب ایمان کے لیے اتباع سنت لازم ہے

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ سنتیں چھوڑنے سے ذلت ہوتی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سارے کفار و مشرکین نے ہمارے پیغمبرؐ کی سنتیں چھوڑ رکھی ہیں۔ اس کے باوجود وہ خوب ترقی کر رہے ہیں اور خوب ان کی عزت ہو رہی ہے ان کو کیوں ترقی ہو رہی ہے۔

بات اصل میں یہ ہے کہ تم صاحب ایمان ہو تم نے محمد ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے۔ جب تک تم رسولؐ کی پیروی نہیں کرو گے اس وقت تک ناکامی ہی رہے گی۔ عزت حاصل نہ ہوگی۔

کافروں کے لیے تو صرف دنیا ہی دنیا ہے وہ اس دنیا میں ترقی کریں۔ اپنی عزتیں کرائیں۔ تم اپنے آپ کو ان پر قیاس مت کرو۔ اسلامی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں جب تک مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کی سنتوں پر عمل کیا۔ اس وقت تک عزت بھی پائی۔ شوکت بھی حاصل کی۔ اقتدار بھی حاصل کیا۔ لیکن جب سے سنتیں چھوڑ دی ہیں۔ اس وقت سے دیکھ لو۔ کیا حالت ہے۔

اپنی زندگی کے اعمال کا جائزہ لیں

آپ کتابیں تو بہت پڑھتے ہیں تقریریں بھی بہت سنتے ہیں آج ایک کام کا عہد کریں۔ کہ ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ ہم آپؐ کی کونسی سنت پر عمل

کررہے ہیں۔ اور کس سنت کو ہم نے ترک کیا ہے۔ اور کونسی سنت ایسی ہے جس پر ہم فوراً عمل شروع کرسکتے ہیں اور کونسی سنت ایسی ہے جس میں تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے۔ لہٰذا جو سنت ایسی ہے جس پر ہم فوراً عمل شروع کرسکتے ہیں وہ آج سے شروع کردیں اور اس کا اہتمام کریں۔ اور پھر دیکھیں کس طرح اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتوں کا نزول فرماتے ہیں کس طرح اس دنیا میں توقیر سے نوازتے ہیں اور سب سے بڑی بات آخرت کی یقینی سرخروئی عطا فرماتے ہیں۔

"اذکار مسنونہ میں اضافہ خلاف سنت ہے"

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور عبادت کرنے میں آدمی خود مختار نہیں کہ جس طرح چاہے ذکر کرے اور جس طرح چاہے عبادت کرے بلکہ ذکر و عبادت اس طریقہ کے مطابق کرے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے بتلایا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ (بقرہ ' ۱۹۸)

اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اسے یاد کرو۔ کسی دعا اور ذکر و ظیفہ میں کمی و بیشی یا مقدم موخر کرنا (یعنی کسی لفظ کو آگے پیچھے کرنا) اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں غیرمسنون نفلی عبادات مثلاً" صلوۃ الرغائب۔ صلوۃ غوثیہ۔ نماز فاطمہؓ وغیرہ صدقہ و خیرات (غیرمسنون) جو لوگ بلا دلیل شرعی اپنی طرف سے کچھ خصوصیات اور اضافے کرلیتے ہیں اور ان کی پابندی ضروری سمجھ لیتے ہیں۔ اسی طرح خود ساختہ دعائیں مثلاً" دعاء عکاشہ' دعاء گنج العرش۔ دعاء جمیلہ وغیرہ

کے کلمات بنالیے ہیں جس کا ثبوت نہ قرآن میں اور نہ ہی کسی مستند حدیث میں ہے اپنی رائے و قیاس سے عبادت کی صورتیں گھڑ رکھی ہیں یہ کام خلاف سنت ہیں۔

چند مزید مثالیں ملاحظہ ہوں

(۱) روزہ رکھنے کی نیت کے الفاظ نَوَیْتُ بِصَوْمِ غَدًا ۔

(۲) دعائے افطار میں زیادتی۔ لَکَ صُمْتُ سے آگے وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ کے الفاظ بڑھا رکھے ہیں۔

(۳) دعائے اذان میں اضافہ -: دعائے مسنون کے جملہ (وَالْفَضِیْلَۃَ) کے بعد (وَالدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ) کی زیادتی کرتے ہیں (وَعَدْتَّہٗ) کے خالص دودھ میں (وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ) کا پانی ملا رکھا ہے اور پھر اخیر میں مسنون دعاء کے اندر (یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ) کی آمیزش ہے۔ افسوس کیا نبی ﷺ کی فرمائی ہوئی دعاؤں میں خامی رہ گئی تھی جو بعد کے لوگوں نے اپنے اضافے سے پوری کی ہیں؟

مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان پاک میں کمی یا بیشی کرنے کے تصور سے کانپ اٹھنا چاہیے۔

دعائے رسول ﷺ میں اضافہ

(۴) سلام پھیرنے کے بعد اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ یہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ہیں۔ آگے وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا

رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَالسَّلَامِ کے الفاظ رسول اللہ ﷺ کے نہیں ہیں یہ اپنی رائے سے اضافہ ہے کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ شروع اور اخیر میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ اور درمیان میں اپنی طرف سے دعائیہ جملے بڑھا کر حدیث رسول ﷺ میں زیادتی کی ہے۔ معاذ اللہ' کیا آپ یہ جملے کہنا بھول گئے تھے یا دعاء ناقص چھوڑ گئے تھے۔ جس کی تکمیل امتیوں نے کی ہے؟ اگر کوئی کہے کہ ان بڑھائے ہوئے جملوں میں کیا خرابی ہے ان کا ترجمہ بہت اچھا ہے کہ انسان اپنی مادری یا عربی زبان میں جو دعا چاہے اپنے رب سے کرے جونسے جملے چاہے دعا میں استعمال کرے۔ کوئی حرج نہیں۔ مگر حدیث رسول ﷺ میں اپنی طرف سے الفاظ میں اضافہ یا کمی ناجائز ہے کیونکہ پھر دین کا حلیہ بگڑ جائے گا۔

مسند احمد میں سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اِذَا حَدَّثْتُكُمْ حَدِيْثًا فَلَا تَزِيْدَنَّ عَلَيْهِ جب میں تمہیں کوئی حدیث بیان کروں تو اس پر ہرگز اضافہ نہ کرو۔

بخاری کتاب الوضوء باب فضل من بات علی الوضوء

نبی ﷺ نے رات کو باوضوء ہو کر سونے سے پہلے پڑھنے کے لیے ایک دعا بتائی۔ حضرت براء بن عازبؓ نے پڑھ کر سنائی تو "بِنَبِيِّكَ" کی جگہ " بِرَسُوْلِكَ" یعنی نبی کی جگہ رسول کہا۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا لَا وَنَبِيِّكَ اَلَّذِيْ اَرْسَلْتَ ہی کہو۔

جامع ترمذی میں نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے ایک آدمی کو چھینک آئی تو اس نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہنے کے بعد وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ بھی کہہ دیا ابن عمرؓ یہ سن کر فرمانے لگے وَاَنَا اَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَلٰکِنْ لَیْسَ ھٰکَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَّمَنَا اَنْ نَّقُوْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔

یعنی میں بھی الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ کہتا ہوں (یعنی اس کا قائل ہوں) لیکن اس مقام پر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی بلکہ ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم الحمد للہ علی کل حال کہیں۔

المدخل ۲؍۱ میں ہے کہ امام احمدؒ سے سوال کیا گیا کہ ہم رکوع میں سبحان ربی العظیم "یا" سبحان ربی العظیم وبحمدہ کہیں تو امام احمدؒ فرمانے لگے کہ میں تو "وبحمدہ" نہیں کہتا ان کا یہ قول ابن الحاج نے نقل کیا ہے اور اسے نقل کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات اتباع رسولؐ پر محافظت کرتے ہوئے کہی اور اس پر (اتباع پر) جو چیز زائد تھی اس کی طرف توجہ تک نہیں کی حالانکہ "وَبِحَمْدِہٖ" اچھا ذکر ہے لیکن اتباع نبوی ﷺ سے بڑھ کر کوئی چیز بھی اچھی نہیں ہوسکتی۔

اذکار نووی میں ابن ابی زید نے درود شریف میں وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَاٰلَ مُحَمَّدٍ کے اضافے کو مستحب کہا ہے مگر اس کے برعکس ابن العربی مالکیؒ فرماتے ہیں بچو پھر بچو اس بات سے کہ کوئی شخص ابن ابی زید کے قول کی طرف

التفات کرتے ہوئے درود میں "وَارْحَمْ مُحَمَّدًا" کا اضافہ کرے کیونکہ یہ اضافہ بدعت کے قریب ہے اس لیے نبی علیہ السلام نے درود کی تعلیم بذریعہ وحی دی ہے لہٰذا اس میں اضافے سے نبی علیہ السلام کو مقصر (کوتاہی کرنے والا) تصور کرنا ہے اور آپ پر استدراک کرنا ہے حالانکہ نبی علیہ السلام پر ایک حرف کا بھی اضافہ جائز نہیں لیکن آپ کے لیے رحمت کی دعا ہر وقت جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے جنہوں نے اپنی مرضی سے مصنوعی درود ایجاد کیے ہیں مثلاً" درود تاج' درود ماہی' درود لکھی اور عہد نامہ وغیرہ۔ خیر و برکت صرف مسنون درود میں ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے انسان جب کوئی اضافی کام کرتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسے مزید فائدہ پہنچے اور اذکار مسنونہ میں اضافے کے بارے میں کوئی شخص بھی یہ دعوی نہیں کرسکتا کہ اس اضافے سے ان اذکار کی مزید فضیلت بڑھ جائے گی یا ان کے جو فوائد بیان کیے ہوئے ہیں ان میں اضافہ ہوجائے گا۔ کیونکہ کسی ذکر یا وظیفے کی فضیلت یا اجرو ثواب اس عمل پر ہوسکتا ہے جو سنت کے مطابق ہو اضافے سے ان اذکار کی فضیلت کا بڑھ جانا تو امر محال ہے لیکن یہ ممکن ہے کہ اس اضافے کی بدولت ان کی موجودہ فضیلت بھی جاتی رہے اور وہ عنداللہ مجرم قرار پائے کیونکہ سنت رسول ﷺ سے ہٹ کر ہے۔

بات کا خلاصہ یہ ہے کہ مسنون دعائیں اور ورد توقیفی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ان کی حیثیت عبادت کی ہے لہٰذا ان میں کمی بیشی جائز نہیں

الا کہ کوئی قرینہ یا دلیل ہو واحد متکلم کے صیغے کو جمع کے صیغے سے بدلنا درست نہیں ہے اس کے بجائے بہتر یہ ہے کہ واحد متکلم کا صیغہ ہی بولا جائے (جیسا کہ منقول ہے) البتہ نیت اور ارادے میں یہ ہو کہ میں فلاں فلاں کے حق میں دعا کررہا ہوں۔ نیز مسنون دعاؤں اور اذکار کے ہوتے ہوئے خود ساختہ عربی دعاؤں، وردوں، وظیفوں اور درودوں کا التزام کرنا درست نہیں ہے اور اگر ان کے کچھ الفاظ شرک، کفر یا بدعت پر مشتمل ہوں تو اس صورت میں ان کا پڑھنا قطعی طور پر حرام ہو جاتا ہے لیکن افسوس ہے کہ بعض لوگ روزانہ علی الصبح پابندی کے ساتھ ان کی تلاوت کرتے ہیں اے اللہ ہم سب کو ہدایت عطا فرما۔ آمین

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام قارئین کرام کو عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

محتاج دعا

قاری محمد موسےٰ خطیب جامع مسجد مقدس

پاپولر نرسری گوجرانوالہ

۳ اگست ۱۹۹۹ء ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

مسنون اذکار اور دعائیں

مولف **قاری محمد موسیٰ**

اتباع سنت کی اہمیت اور فضیلت

مولف **قاری محمد موسیٰ**